چائے چیتے

CamScanner

چانجے چھتّے

بار کے ڈھولے

تلاش اور ترجمہ

اے ڈی اعجاز

21653
5/4/11

لوک ورثے کا قومی ادارہ، اسلام آباد پاکستان

891.421
E53 ٩

University Oriental College Seminar Library
Deptt. Of Punjabi
Book No. 21653
Class No. 891.421 E53 ٩

FS-784-oiii

جملہ حقوق محفوظ

اپریل ۱۹۷۸

چیف ایڈیٹر۔ عکسی مفتی۔ ایڈیٹر۔ مظہر الاسلام

تحقیق اور ترجمہ۔ اے ڈی اعجاز کتابت۔ محمد اسلم چیمہ

سرورق۔ فاروق قیصر

لوک ورثے کا قومی ادارہ۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۸۴۔ اسلام آباد

یہ کتاب یا اس کا کوئی حصہ بغیر اجازت کے طبع نہیں کیا جا سکتا۔

شعبۂ مطبوعات۔ قیمت [redacted] پے

-/120

پہلی بات

21653
5/4/11

ہماری لوک ریت کا ایک بڑا حصہ لوک گیتوں پر مشتمل ہے۔ لوک گیتوں کے ذریعے نہ صرف عوام کے جذبات اور احساسات کی ترجمانی ہوتی ہے بلکہ اس زبانی روایت کا اندازہ بھی ہوتا ہے جو صدیوں سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔

ہمارے ہاں شاید ہی کوئی موقع ایسا ہو جب جذبات اور خواہشات کا اظہار لوک گیتوں کی صورت میں نہ کیا جاتا ہو۔ پیدائش، شادی بیاہ، بہادری کے واقعات، فصلوں کی کٹائی اور یہاں تک کہ موت اور غم کے دوسرے موقعوں پر بھی دکھ کا اظہار گیتوں (روین، سیاپا، الاہنیاں) ہی کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے اور مر جاتا ہے لیکن گیت کبھی بوڑھے نہیں ہوتے اور نہ ہی انہیں موت آتی ہے۔

ہمارے صوفی شعراء نے بھی اپنے پیغام کو پھیلانے کے لئے لوک گیتوں کا سہارا لیا اور اپنی شاعری کے لئے لوک گیتوں کی طرزوں اور بحروں کو اپنایا یہی نہیں بلکہ منظوم لوک داستانوں کے کرداروں کو اپنی شاعری کے ذریعے نئی زندگی عطا کی اور ان کے ذریعے روحانی اور معاشرتی زندگی کے مسائل کی گتھیاں سلجھائیں "ڈھولے" لوک گیتوں کی ایک قدیم صنف ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل تک سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔ ڈھولوں میں عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں قسم کے رنگ ملتے ہیں۔ ان میں ہمارے عوام کی روزمرہ زندگی سے لے کر روحانی رشتوں تک کی جھلک بڑی واضح اور نمایاں ہے۔

ڈھولے پنجاب میں راوی کے کناروں اور درمیانی علاقوں میں بے حد مقبول ہیں اور ان کی اصل روایت کا تعلق بھی دوآبہ رچنا کے علاقے سے ہے۔ ڈھولے عام طور پر میلوں ٹھیلوں، شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات پر گائے جاتے ہیں۔ بعض علاقوں میں پیر و مرشد کی مدح کے لئے بھی ڈھولوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔

اس کتاب میں شامل ڈھولے پہلی بار طبع کئے جا رہے ہیں۔ انہیں اے، ڈی، اعجاز نے گاؤں گاؤں اور جگہ جگہ گھوم کر لوک ورثے کے قومی ادارہ کے لئے جمع کیا ہے۔ ادارہ اپنی اشاعتی پالیسی کے تحت ان ڈھولوں کا اردو ترجمہ بھی پیش کر رہا ہے۔

مظہر الاسلام

ڈھولا

ڈھولا پنجابی شاعری کی ایک خاص اور وسیع صنف ہے۔ ہمارے خیال کے مطابق صرف ڈھولے کی صنف کو اُردو۔ فارسی اور پنجابی شاعری کی دیگر تمام اصناف پر یہ برتری اور خصوصیّت حاصل ہے کہ جتنے موضوعات ڈھولا اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے اتنے کسی دوسری صنف میں نہیں۔ ڈھولے کے علاوہ باقی تمام اصناف ایک خیال ایک ہی موضوع کی حامل ہیں۔ ان اصناف میں دوسرا موضوع ڈھونڈے سے نہیں ملتا لیکن ڈھولے میں مجاز، معرفت، تصوّف، داستان گوئی، ہجو اور نندا، مرثیہ، قصیدہ، مذہب، مثنوی، دیگر قصّے کہانیاں، رزمیہ نظمیں، لڑائیاں اور وطن کے بہادر سپُوتوں کے ذکر اذکار شامل ہیں۔ یہی چیز ڈھولے کو شاعری کی دیگر اصناف سے جُدا گانہ حیثیّت دے کر اسے بلند مقام پر کھڑا کر دیتی ہے۔

اس طرح ہم ڈھولے کو صرف ایک صنف نہیں پوری شاعری کہہ سکتے ہیں۔

ڈھولے کے بارے میں کئی لوگوں کا خیال ہے کہ ڈھول یا ڈھولے کے لفظ کا "سمّی ڈشمس رانی ، اور ڈھول بادشاہ کی رُومانی داستان اور پیار سے تعلّق ہے۔ ایک اور خیال کے مطابق "ڈھولے" کا لفظ "مارو اور ڈھول" کی عشقیہ کہانی سے ماخوذ ہے۔

خواجہ فریدؒ بھی اسی رائے پر متفق نظر آتے ہیں۔

لوک ادب اور گیتوں کی تحقیق و جستجو اور ترتیب و تدوین کے دوران ایک قرینِ قیاس امر یہ سامنے آیا ہے کہ یہ لفظ "ڈھول" (ساز) سے ماخذ و مشتق ہے کیونکہ "پینڈو" اور پنجاب کے قدیم باشندوں کے "وسیبوں" میں ڈھول کا بڑا عمل دخل چلا آ رہا ہے۔ ڈھول کی آواز چھوٹے بڑوں۔ مردوں عورتوں اور بچّوں سمیت ہر ایک کے لئے کشش کا سبب بنتی ہے۔ اس آواز سے دلوں پر ایک عجیب کیفیّت طاری ہو جاتی ہے۔ ڈھول کے بجنے کے ساتھ ہی لوگوں کے دِلوں کے تار بج اُٹھتے ہیں یہ آواز انہیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ہماری "جھوکوں"، "بھینیوں" اور چکوک کے باشندوں کا صدیوں سے (ڈھول سمّی اور ڈھول مارو سے بھی عرصہ پہلے) ڈھول کے ساتھ پیار چلا آ رہا ہے۔ لڑائی جھگڑا۔ شادی۔ موت اور دیگر مقابلوں میں ڈھول کا اہم کردار چلا آ رہا ہے۔ ڈھول سے اسی دیرینہ لگاؤ کی بنا پر لوگ ہر قابلِ کشش اور حسین شئے کو ڈھول کا نام دینے لگے اور پھر رفتہ رفتہ ڈھول کا لفظ محبُوب کے طور پر مخصُوص ہو گیا اور بعد ازاں "ڈھول" پنجابی شاعری میں ایک (SYMBLE) بن گیا حتیٰ کہ اب تو ڈھول، ڈھولا، ڈھولن، ڈھول سپاہی، ڈھولو یار، ڈھولی یار کے تمام الفاظ محبُوب کے ساتھ ساتھ اپنی پیاری اولاد۔ مجُاہد اور بھائی کے لئے بھی مستعمل ہیں حتیٰ کہ لفظ "ڈھول" کے ساتھ "ا" (الف) ندائیہ کا لاحقہ کے طور پر اضافہ کر کے "ڈھولا" بنا دیا گیا۔ "ڈھولا" کا آخری حرف "ا" آواز دیتا نظر آ رہا ہے جیسے او یار۔ اے محبوب۔ او ڈھول۔ المختصر ______ جس طرح اُردو میں غزل اپنے محبُوب سے باتیں کرنے، اس کی تعریف میں گُن گانے، بچھوڑے اور فراق کے ہاتھوں عاجز آ کر اُسے یاد کرنے کا نام ہے اسی طرح پنجابی شاعری میں "ڈھولا" بھی انہی معنوں میں لیا جاتا ہے۔ ڈھولا اپنے محبُوب کو پُکارنے کا نام ہے کیونکہ یہ گیت بنُیادی طور

CamScanner

پر ہجر وفراق، درد بچھوڑے، پیار محبّت اور سوزو گداز سے لبریز ہیں۔ ان ہیں وہ اضطراب نظر آتا ہے جو یار کی جدائی اور بے وفائی سے پیدا ہوتا ہے شاعر ان میں اپنے محبُوب کی صباحت اور رعنائیوں کی تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی بے اعتنائی اور بچھوڑے کے سبب پیدا ہونے والی اندرونی اضطرابی کیفیّت کا نقشہ کھُل کر پیش کرتا ہے۔

مثال کے طور پر:۔

۱۔ ہڈیاں سڑ کے بالن ہوئیاں ہین اندر پّنی گئی اے بن سُواہ دی

۲۔ شُنجی دار وُح لگدا نہ اتھا ہمے دِل دیاں واگاں چھُٹ گیئاں

۳۔ عشق وانگ مثال کالیاں نانگاں دی ہوندا اے ورھیاں توں
پچھّے شاں مُڑ دی کدّھدا رہندا

المختصر چاہے ڈھول سمّی اور ڈھول مارو کی لوک کہانیوں نے ڈھولے کی صنف کو آگے بڑھانے میں بڑی مدد دی لیکن پھر بھی لفظ ڈھولا کو ڈھول ساز سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

CS CamScanner

گانے کے روایتی اور مخصوص انداز

ڈھولے کو گانے یا شائقین کو ترنم سے سُنانے کے متعلق عرض یہ ہے کہ ڈھولے کو گانے کے وقت اس کے ساتھ کوئی ساز نہیں بجایا جاتا۔ یہ گیت موسیقی سے بے نیاز چلا آرہا ہے۔ اب تک اسے کسی ایک راگنی میں نہیں ڈھالا گیا۔ اگر کوئی موسیقار کسی شکل میں اس گیت کا زبردستی کوئی ردم یا دُھن بنانے کی کوشش کرتا ہے تو پھر ڈھولے کی لوک غنائیت اور اُس کی رُوح بوجھل ہو جاتی ہے۔ ڈھولے کو گانے اور سُنانے کا اپنا ایک خاص اور قدیمی انداز ہے۔ اگر اس گیت کو گاتے وقت یہ روائتی اور مخصوص طریقہ نہ اپنایا جائے تو پھر ڈھولے سُنانے کی اصل ریت نہیں رہتی اور یہی ریت ڈھولے کی اصل رُوح ہے۔ اسی مخصُوص انداز سے ہی عوام کو محظوظ کیا جا سکتا ہے۔ ڈھولے کے لوک فنکار کسی طرح بھی یہ ریت توڑنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ڈھولے کو ترنم سے گانے کے متعلّق کسی نے کیا خوب کہا ہے

ے "ڈھول نہ ساز تے ڈھولا نہ راگ"

ان علاقوں کے لوک شاعر اور ڈھولا گانے والے فنکار صدیوں سے مندرجہ ذیل تین مختلف طریقوں سے ڈھولے گاتے اور سُناتے چلے آرہے ہیں:

روانی دتحت اللفظ

اس میں شاعر یا "ڈھولٹی" (ڈھولا سُنانے والے) نثر کی شکل میں گفتگو کے انداز میں دتحتُ اللّفظ) ڈھولے سُناتے ہیں اور آخری شعر کو اونچی آواز میں ایک خاص حد تک بلند لے جاتے ہیں۔

رگی

پہلے طریقہ سے علاوہ دوسرا طریقہ "رگی" میں ڈھولے سُنانے کا ہے۔ ڈھولا سناتے وقت عموماً یہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اسے درمیانہ طریقہ بھی کہتے ہیں۔ اس طریقہ میں تحتُ اللّفظ یا روانی سے نکل کر ایک خاص طرز کے ساتھ مناسب حد تک اونچی آواز میں مصرعوں کو لمبا کر کے پڑھتے ہیں اور پھر آخری دو چار مصرعوں کو اپنی انتہائی اونچی آواز میں نہایت لمبی تان کے ساتھ گاتے ہیں۔

اُتلا پور

یہ طریقہ اختیار کرنا اور پھر اس پر پُورا اُترنا بڑا مشکل کام ہے۔ شاعر ایک آدھ ڈھولا ہی اس "اُتلے پور" میں کہتا ہے۔ اس میں انتہائی اونچی آواز کے ساتھ ایک ٹھہراؤ اور لمبی تان پیدا کرنی پڑتی ہے جس کے لئے سانس کو ہر طرح سے اپنے کنٹرول میں کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ اس انداز کے اختیار کرنے میں بڑے بڑوں کا پتّا پانی ہو جاتا ہے۔ ڈھولا سُنانے والوں کا جب بھی مقابلہ ہوتا

CamScanner

ہے وہ اسی اُتّلے پُور میں ہوتا ہے۔

"ڈھولے گانے کے اس روائتی انداز میں درد، بین اور پُکار کی حالت پیدا کی جاتی ہے۔ ڈھولے کو گانے میں اختیار کئے جانے والے مندرجہ بالا طریقوں کو تحریری طور پر واضح کرنا مشکل ہے۔ ان کے سُننے سے ہی اصل طریق واضح ہو سکتا ہے۔ جس وقت کوئی آدمی دیہاتی فضا میں ایک خاص درد، لگاؤ اور اُبال کے ساتھ پچھلی رات اُونٹ کی مُہار پکڑ کر یا ہل کی ہتھی پر ہاتھ رکھ کر اپنے روائتی انداز میں ڈھولا گاتا ہے تو ہر آدمی کو اپنا ایک انجانا ڈھولا (آئیڈیل) یاد آ جاتا ہے اور اس کی ہوک نکل جاتی ہے۔

الف اللہ نوں کراں یاد ہمیشاں مینوں آسرے ہین مولا پاک دے

اوہ کون مٹاندا جھہڑے لِکھے نیں روز میثاق دے

نبی مُحمدؐ پیدے کیتا جس بھاگ لائے مخلُوقات دے

ساریاں گلاّں چھڈ فقیرا دِل توں اٹھے شوق فراق دے

ناں عبداللہ جہنوں لوگ بھٹی سدنے ذات دے

اُسدے ترا۳ئے لڑکے مُحمدؐ، احمد، سوہنا جنہاندے

گھر ہین وچ گجُرات دے

سوہنا پنجاں سالاں دا ہویا اہناں پڑھنے گھتیا داخل کیتا نیں پہلی وچ جماعت دے

عِلم دی حد پُوری نیئں ہوندی حق الویں ہوندے مائی تے باپ دے

راہندا وچ سجدے سجُود دے نفل پڑھ گذارے پچھلی رات دے

عشق باتشاہاں نوں تختوں سٹ گھتیندا اوہ نہ گھُلدے بھیٹ

عشق دی چاٹ دے

اُمید فضل دی نصیب کلمہ پُل صراط توں سچیاں نوں مصول ہوجاونے

مُعاف دے

میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہتا ہوں اور اسی مولائے پاک کی ذات پر بھروسا کرتا ہوں۔ روزِ میثاق سے جو قسمت میں لکھا جا چکا ہے اسے کون مٹا سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت رسولِ اکرم کو مبعوث فرمایا تاکہ آپ اپنی اُمّت کی تمام مخلوقات کی شفاعت اللہ تعالےٰ کے حضور میں کریں۔ اے فقیر اب باقی تمام باتیں چھوڑ دے کیونکہ دل میں شوقِ فراق موجزن ہے۔ گجرات میں رہائشی عبداللہ نامی بھٹی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے تین بیٹے محمد، احمد اور سوہنا ہیں۔ یہ لوگ گجرات میں ہی رہائش پذیر ہیں۔

سوہنے کو پانچ سال کی عمر میں مدرسہ میں پہلی جماعت میں داخل کرایا گیا۔ ماں باپ نے یہ سوچا کہ اولاد کو تعلیم دینا ہمارا فرض ہے اگرچہ علم کی کوئی حد نہیں تاہم ابتدائی تعلیم تو سوہنا کی ضرور ہونی چاہیئے۔ سوہنا نہایت نیک طالب علم تھا۔ نماز کا پابند بلکہ رات کے آخر پر تہجد کی نماز بھی پڑھا کرتا تھا۔ اسے عشق لگا، عشق ایسا مرض ہے جو بادشاہوں کو ان کے تخت و تاج سے لاوارث کر دیتا ہے اور اس کے زخم اتنے کاری ہوتے ہیں جو مندمل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل کا اُمیدوار ہوں کیونکہ آخری وقت میں کلمہ نصیب ہو جائے تو پُل صراط کے محصول بھی معاف ہو جائیں گے۔

CS CamScanner

کنّاں نوں سوہنے بنُدے بہرتے بودی اے مِٹھاہ دی

اگے لادن نوں کاہلا ہائیں

ہن ماری ہئی پِٹ وِساہ دی

جگر سڑ کے بالن ہویا اے اندر پی گئی اے بن سواہ دی

جیندا اوناں ہیں تاں موڑ مُہاراں

توڑے شادی جاندوں ویکھ ویو انہہ دی

جیندا وناں ایں کسے ملکھ تے پردیسی پراہنیاں

آپدا آون ناہیا ہویا توڑے چِٹھی گھلیں ہا

لِکھ سناہ دی

لا کے ترورڑی جاناایں کیتی جانا ایں

گل کُراہ دی

کانوں میں خوبصورت بندے ہیں اور سر پر حسین زلفیں۔ اے دوست محبت کرنے میں بھی تو نے بہت جلدی کی تھی اور اب محبت کا رابطہ توڑنے کا بھی جلد ارادہ رکھتا ہے۔ میرے دل میں تیرا جو اعتبار قائم تھا وہ پاش پاش ہو گیا ہے۔ تیرے اس عمل سے میرا کلیجہ جل گیا ہے اور تن کے اندر راکھ کا ایک گولا بن گیا ہے اب بھی اگر تو زندہ ہے تو اپنی سانڈنی کی مُہار اس طرف موڑ اور کم از کم میرے بیاہ کی رونق تو دیکھ لے۔ اے پردیسی مہمان اگر مصروفیت کی وجہ سے تو خود نہیں آ سکتا تو خیریت کا پیغام ہی بھیج دے۔ تُو محبت ختم کر کے جا رہا ہے یہ خلافِ اصُول ہے۔

سجناں دا ساتھ تیار اے میں وی نال لے جاندی
مُڑ مُڑ کے وداع کراہنیں کوٹھی ہاں دی ڈھاہندی
ڈیہہ نہ کو مِٹھئیے تیری اجے کتھے کاہندی
دِل دے نال دلیل رنجوڑی لا جھیڑے بہندی
جاندے ڈھولے نوں ماں بولی
وداع نہ کرن دِتّا میری وِچے گئی رہ دل
ترساندی

میرے محبوب کا قافلہ چلنے کو تیار ہے کاش میں بھی اس کے ساتھ جا سکتی۔ دوست کو بار بار وداع تو کر لوں کیونکہ جدائی کے خیال سے دل بیٹھا جا رہا ہے اور جگر پھٹ رہا ہے۔ ابھی سے یُوں محسوس ہو رہا ہے جیسے جسم میں جان ہی نہیں رہی۔ دل میں رنجیدہ خیالات کی کشمکش ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ جاتے وقت سیاہ دل ماں نے محبوب کو الوداع بھی نہ کہنے دیا اور جو کچھ میں محبوب سے کہنا چاہتی تھی وہ تمام خیالات دل ہی میں مچلتے رہ گئے۔

کپّاں کانیں، لکھاں بہہ کے توہیں ڈھولے دی سوہنی صُورت دی کا ہنگ نوں

چنتاں تے پچھاں یک بروبر کون مٹیندا ای من

ساڈے دی ایس لگی کھلی تا ہنگ نُوں

در تیرا تے جھولی میری اٹھی کے گھتیں اوخیر غُلام نُوں

میری ڈیہی نوُں زخماں چالا نیاں نیں

جویں لگا ہا گھُن کماند نوُں

جاندے جوبن نوں ہتھ پئی مرینی ہاں

توڑے پھیر دی پے جاندا پچھلے پاند نوں

کے من تے جیندا و تناں ایں

اودول آ نکل اوہراں ہیں مُٹھ

چا گھتاں تیری پردیساں تے گندائی

ہوئی دھڑی تے مانگ نوُں

سرکنڈا کاٹوں قلم بناؤں اور اے میرے محبوب تیری حسین صورت کا نقشہ خط میں لکھوں۔ انتظار کی آگ چتا کے شعلوں جیسی ہوتی ہے۔ ہماری اس کشش وساں کو کون پورا کر سکتا ہے۔ تیرے دروازے پر میں اپنی جھولی پھیلا کر سوال کر رہی ہوں مجھ فقیر کو خیرات سے نواز دے۔ میرے جسم کو جدائی کے زخموں نے چوُر چوُر کر دیا جس طرح کماد کو سُنڈی لگ جاتی ہے اسی طرح میرے جسم اور روح کو بھی گھن لگ گیا ہے۔ بیتے ہوئے شباب کو اضطراری حالت میں پکڑنا چاہتی ہوں شاید آخری حصہ پر ہی میرا ہاتھ پڑ جائے۔ اے دوست اگر کسی علاقے میں تو زندہ موجود ہے تو ادھر سے یہاں آجا میں پردیس میں تیری زیب و زینت کو آگ لگاؤں۔

کناں نوں سوہنے بندے سر تے بودی اے پھبدی
میرا ڈھول ٹرا اوڑ اے ہُن پئی کائی نہیں بجھدی
آؤ نی سئیاں ڈھولے نوں منا لیا وئیے
اگلی نالوں پچھلی پئی اے ودھدی
ٹُرٹا لڑ جمیل دا سئیاں توں اوڈھر پئی آں گڈھدی
جیندا او ناں ہیں تاں پرت مہاراں
کیوں وگ پردیس، اوڑے کھٹی کیہی اُولبھدی

21653

کانوں میں خوبصورت بندے ہیں اور سر پر کالی زُلفیں بے حد حسین لگ رہی ہیں میرا محبوب روانہ ہونے والا ہے اور ایسے میں مجھے کچھ نہیں سوجھ رہا کہ کیا کروں میری سکھیو! آؤ ساجن کو منالائیں ورنہ پہلے کی نسبت یہ نقصان بہت زیادہ ہوگا۔ میری مالا کی لڑی ٹوٹ گئی ہے اور میں اپنی سہیلیوں سے چھپا کر اسے گرہ دینے کی کوشش کر رہی ہوں۔ اے دوست اگر تو زندہ ہے تو اونٹنی کی لگام اس طرف موڑ دے تجھے وہاں پردیس میں کونسا سُکھ مل رہا ہے؟

کنّاں نوں سوہنے بُندے سر تے چھتے گھُوک دے
میتھوں لٹکے کیڈے سوہنے پئے لگدے رُوپ دے
اہناں وٹیاں شاہیاں، جویں کالے نانگ پہاڑاں توُں چٹ
تریلوں شوُکدے

سجن کول دے وسدے چنگے ہوندے
جھڑے ساتھی ہوون واہر تے کوک دے
نیلہہ چنگے ہوندے جھڑے جاون لگ سلوک دے
بَھر بَھر تے مریا نئیں تیر وچھوڑے دے جویں ہوندے ہین بھٹ بندوق دے
دُکھاں تے سولاں دیاں بھاریاں گدھڑیاں، پتھراں توُں بھارے
ڈاڈھے ہین دِل مشوق دے
مینوں نت واہمے ہین پردیساں تے ٹُر گئے ڈھولے سیف الملوک دے
کسے من دے اُتے جیندا وتنائیں تے ڈھولا ماہی او
اودوں اوہراں پرت مہاراں
کئی پوہنیں کم تھوُت دے

کانوں میں بُندے ہیں اور سر پر شاندار بال ہیں اور میرے ماتھے سے لٹکی ہوئی زُلفیں کتنی خوبصورت لگ رہی ہیں۔ بال اتنے سیاہ ہو چکے ہیں جیسے کالے ناگ پتھروں پر سے شبنم کے قطرے چوس کر پھنکارتے ہیں۔ قریب کے بسنے والے ہوں تو محبوب زیادہ بہتر ہوتے ہیں کیونکہ وہ نفع نقصان کے حصہ دار ہوتے ہیں۔ جو تعلق محبت او پیار سے قائم کیا جائے وہی اچھا ہوتا ہے۔ اے دوست تو نے جدائی کے تیر نشانہ باندھ کر بندوق کی گولیوں کی طرح مارے ہیں اور اُن کے زخم بندوق کی گولیوں کے زخموں کی مانند ہیں۔

دُکھ اور تکلیف کے بوجھ بہت بھاری ہوتے ہیں اور ان سے کہیں زیادہ سنگدل محبوب ہوتے ہیں۔ مجھے ہمیشہ پردیسی سیف الملوک ڈھولے کی یاد ستاتی ہے۔ اے دوست اگر تو کسی علاقے میں زندہ موجود ہے تو اونٹنی کی لگام واپس موڑ۔ خدا کرے تجھے کوئی ضروری کام یاد آ جائے اور تو گھر آ جائے۔

اُبھریا چن اے نال اُبھری کھلی اے منیّں
لدنہ لدڑا بھینی کیوں کرینایں سُنجیں
رو رو کے میں بھیئی ہے گل دی چولی اُتوں تیرڑ دی لنگیں
کھڑا اکگر ڈھولے دیاں پیراں تے اوہ میرے
کلے پیا جمیّں
مینوں واہمے ڈھولے دے ہین مگر واساں بھنیّں
پردیس تے گیاں دے ملن مہنگے ہوندے ہین
ویہلی کیوں رکھئے من تے کھنجھ بکمیں
تسیں وی منگو دعائیں تے میں وی منگساں
ڈھولا مل پوسی ہو کے اگلیاں وٹیّں

چاند ستاروں کے جھرمٹ میں نکل آیا۔ میرے محبوب یہاں سے جاکر کیوں ہماری بستی ویران کرتا ہے۔ میں نے آنسوؤں سے اپنی کرتی کے علاوہ تہبند بھی بھگو دیا ہے جو برف محبوب کے پاؤں پر گرتی ہے وہ گویا میرے جگر پر پڑتی مجھے اپنے محبوب کی تمنّا ہے میں اس کے پیچھے ہی بھاگتی رہوں گی۔ پردیس گئے لوگوں سے ملاقات بہت مہنگی پڑتی ہے۔ خواہ مخواہ اپنے دل میں انتظار کا دیا جلائے رکھنے سے کیا حاصل۔ آؤ مل کر دعا مانگیں کہ محبوب ایک بار پھر پہلے جیسی گرم جوشی سے آکر ملے۔

اوناں ایں تے جاناایں لگھناں ایں مار کے پھیرے

رٹھاوتناں ایں نال اساڈے ماہیے وس ناہیں میرے

اینویں روندا ویسیں عُمراں ساری گل کیوں گھتے ناہن عشق دے جھیڑے

اوروں گنگا پروں جمنا عشق نمابلا اگے نالوں گیوئی لد پر یڑے

عشق آہندا اے اجے وگ تر ڈگاں واگاں میریاں کون چا موڑے

ڈھولے لد کے مُکھاں چا ملیاں بھلکے کھڑے نک دے

نبھ کھلو بیس سگناں دے سہرے

اسیں عرضی گھت نپا یئے پرساتھوں باہجھ گواہ گواہیاں دیسن کھڑے

اے میرے محبوب تو میرے گھر کے سامنے چکر لگاتا رہتا ہے تو مجھ سے روٹھ گیا ہے لیکن تجھے معلوم نہیں کہ میرے والدین، میرے بس میں نہیں ہیں تو نے عشق کا روگ کیوں لگایا اب تو اسی طرح تمام عمر روتا رہے گا۔ اس طرف گنگا اور دوسری طرف جمنا ہے مگر عشق تو اس سے بھی آگے نکل چکا ہے۔

عشق کہتا ہے میں تو بے پرواہ ہوں میری باگیں بھلا کون تھام سکتا ہے۔

اے دل محبوب تو دور پردیس سدھار گیا اب اس کے بغیر کس طرح شادی کے سہرے باندھے گا۔ ہم تو محبوب کو عدالت کے ذریعہ گرفتار کروالیں لیکن ہمارے سوا اور کون ہے جو ہمارے حق میں گواہی دے گا اس واسطے ہم محبوب کو اپنے پاس رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

گھڑ دیہہ گھاڑ دا مینوں چھلّا چاندی دی تار دا

میں ماہنیئے مُل خریدیا سودا ناہ لیا پُچھ بزار دا

اگے بودی دے سجن میتھے پل ناہن وسدے ہن کتھوں گئے ہین

گھت کے سنھ دِوار دا

لوکاں نُوں ڈھیر وسندیاں او مینوں آسرا رہندا

توہیں ٹرِ گئے بودیاں آلے یارِ دا

توہیں ٹُر گئے توں پچھے میں ڈگی ستھر جا َملّے پتہ نہیوں آیا ستھر تے پئی کُرلاندی

میں بیمار دا

کسے من تے جیندا وتنائیں اودوں آنکل اوہراں مَناں

کیوں بیٹھا ایں مل اُجاڑ دا

اے سنار مجھے چاندی کی تار کا ایک چھلا بنا دے۔ میں نے محبوب کو بڑی بھاری قیمت ادا کر کے خریدا تھا اور بازار کا بھاؤ تک دریافت نہیں کیا تھا۔ پہلے تو بچپن کے ساتھی مجھ سے ایک لمحہ جدا نہیں ہوتے تھے مگر اب کیوں لمبے دن کے لئے چلے گئے ہیں۔ دوسروں کے لئے تفریح کے اور بہت سے سامان ہیں لیکن مجھے صرف بچپن کے ساتھی کا سہارا ہے۔ تیرے چلے جانے کے بعد میں ایسی صاحب فراش ہوئی کہ زمین پر پڑی ہوں لیکن تو نے مجھ بیمارِ محبت کا حال تک معلوم نہ کیا۔ اے محبوب اگر تو کسی علاقے میں زندہ موجود ہے تو ادھر آ جا کیوں خواہ مخواہ ویران اور بے آباد علاقوں میں ڈیرا جمائے بیٹھا ہے۔

کنیں بندے سر تے چھتے ہین چانجے

میتھوں رُکے ہین اوہ بھیڑی نوں ہڈوں نیئں پیئے بھاندے

سجن اوہ میتوں کدن ملسن کر دھوڑ جنہاندی

اہناندے پتاں تے بھار پئے لاہندے

سجن گئے ہین وگ پردیساں تے

پچھے ونڈ ونڈ کے پئی رکھنی آں بھانگے

اوہ سجن پردیساں تے سستے جا وکانیں

ایتھے لاکھی ہا ہن مل جنہاندے

میں تاں ہنگے مُل نے لواں ہا بھاویں وِک جاندے

ولتن ساری دے بھانڈے

بھیڑے سجن کدی نہ ملدے نیڑے ہوون بھاویں گھر اُنہاندے

دُور دے چنگے سجن مل لوندے ہین

ثابت ہوون ایمان جنہاندے

CamScanner

میرے کانوں میں بُندے اور گردن میں خالص چاندی کی ہنسلی ہے۔
محبوب کی خاموشی کا ظالم تیر مجھے گھائل کر گیا ہے۔ آنکھوں سے نیند ختم ہو گئی ہے
اور کبھی سکھ اور چین سے سونا نصیب نہیں ہوا۔ ہمارے وطن میں مہر و محبت
کی بارش ہوئی ہے اور موسمی پھل پک چکے ہیں لیکن تیرے چلے جانے کے بعد
غم میں نڈھال ہو کر زمین پر گری ہوں اور اب اپنے تن بدن کا ہوش تک
نہیں رہا۔

کنّاں نوں بُندے گل وددھاوا اے سپج دا

چُھٹیا تیر ظُلم دا ماہی دی وٹی چیپ دا

نیناں نیندر ونجائی اے جُھوٹا نہ آیا اے سُکھ دا

وطناں تے وس گئے مینہہ مہر دے

اوتھے میوہ پکا اے رُت دا

تیرے ٹُرگئے توں پچھے ڈگی ستھر ملیا اے

مُڑ سو جھا نہ رہیا اے بُت دا

میرے کانوں میں بُندے اور گردن میں خالص چاندی کی ہنسلی ہے۔ محبوب کی خاموشی کا ظالم تیر مجھے گھائل کر گیا ہے۔ آنکھوں سے نیند ختم ہو گئی ہے اور کبھی سکھ اور چین سے سونا نصیب نہیں ہوا۔ ہمارے وطن میں مہر و محبت کی بارش ہوئی ہے اور موسمی پھل پک چکے ہیں لیکن تیرے چلے جانے کے بعد غم میں نڈھال ہو کر زمین پر گری ہوں اور اب اپنے تن بدن کا ہوش تک نہیں رہا۔

باگ لواواں وِچ لوینی آں جموّں
میھدھ نہ میری وِینی ماپے گانے وِدے ہن ہنجھوں
ہِک رات جُمے دی ڈُوئی پہلی چیتوں

اللہ دیاں اللہ نوں مالم ویکھاں کھڑے لگھ جاندا اے سنھوں

نِت خابے مِلنا ہیں ہڈوں لہنوں رہ گیا ایں منوّں
روندی حال ونجایا بُندے لاہ چھڈے کنوّں

میں ایسا باغ لگوا رہی ہوں جس میں جامن کے درخت ہوں گے۔

میرا بازو نہ پکڑ دیوں کہ میں کسی اور کی ہونے والی ہوں۔ چاند کی پہلی
اور جمعہ کی رات ہے۔

خدا جانے تم کونسی گلی سے گذر جاتے ہو۔ تم روزانہ خواب میں آتے ہو،
آخر میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔

تمہارے ہجر میں، میں نے اپنے کانوں کی بالیاں بھی اتار دی ہیں۔

دھمی دا ویلا کوئی پنچھی بولیا
میری سُتی دے نین جگائے نی پنچھی کیڈا کپر تولیا
لحظہ نیندر داناں ڈھونے آپنے توں گھولیا
گھنیاں دیہاں دا رُمٹھا نال اساڈے
ساون آکے بولیا
تینوں سہجاں نال ہنڈیاں مینوں دھروں ڈھٹے ڈھول سوہنے دے چولیا
تیتھوں جان قُربان کریساں
سر تے تیرے سوہنیاں لاڈیاں نیناں توں گھولیا
اودرکے گھلاں نت سنہے میکر دم دی
وسوں ایہناں جھوکاں دے پچھمی ڈھولیا

نور کے تڑکے پرندے چہچانے لگے۔
اے پرندو ! تم نے یہ کیا ظلم کیا کہ مجھے خوابوں کی نگری سے نکال دیا۔
ایک لمحہ کی نیند جو باقی تھی وہ میں نے ساجن کے نام پہ قربان کر دی۔
کئی دنوں سے رُوٹھا ہوا ساجن ساون میں آ کر مان گیا ہے اے میرے ساجن کی نشانی
میں تجھے بڑے پریم سے رکھوں گی۔
میں اپنا جسم اور جان دونوں تمہارے نام پر قربان کر رہی ہوں۔
میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہیں پیغام بھیج رہی ہوں، اب آ بھی جاؤ۔

کنیں سوہنے بُندے سر چھتّے کالے

ایہہ دھوڑیں پئے دھڑیندے جہڑے نال جہداں دے پالے

اندر گیوں سٹ بمار نوں آون نت وکھالے

آپ پیا پرنیاں ہیں میںنوں کوڑے دتی وتیا ہیں لارے

آمنوں کڈھ ماریا ہئی آپ چڑھیوں بجھ عشق ماہی دے کھارے

جنہاں دی خاطر میں لال خریدے

اوہ کولوں گیا ہئیں لدونجارے

اوسویلے کھرلویں لگی چوٹیوں نکلی مار بھڑکارے

دھکا چادتا ای وچ دریا دے آپ ای

بیٹھا ہیں ندی دے مَل کنارے

کانوں میں پیارے بُندے اور سر پہ کالے بال ہیں۔ یہ بال جن کی میں نے بڑی محنت سے پرورش کی تھی اب گرد و غبار میں اٹ گئے ہیں۔ اے محبوب تو مجھ بیمارِ عشق کو کمروں میں بند کر کے چھوڑ گیا اب مجھے روز ڈراؤنے خواب نظر آتے ہیں۔ اے میرے دوست تو نے مجھ سے شادی کا وعدہ کیا تھا لیکن تو اب اور شادی کر رہا ہے مجھے جھوٹی تسلیاں دیتا ہے۔ ہمیں تو اپنے دل سے باہر نکال پھینکا اب تو دوسری جگہ عشق کی شادی رچا رہا ہے۔ جن کی خاطر میں نے لعلوں کی تجارت کی تھی وہ بیوپاری یہاں سے چلے گئے۔ جب محبوب چلے گئے تو جدائی کی آگ میرے پیروں سے شروع ہوئی اور اس کے شعلے میرے سر اوپر تک نکلے۔ اے محبوب تو نے مجھے غم و آلام کی ندی میں دھکا دے دیا ہے اور آپ خود کنارے پر بیٹھا ہوا ہے۔

کنیں بُندے اکھیں کجل کاپواں

اللہ بیلی جاندیاں راہیاں راہ مسافراں
لاکے ترورڑی جاندے کوئی زان کیتی جاندے آپناں
دلیں کھوہ لیا نیں گھت کے نیناں دا پا سناں
اگے تینوں کی آکھیا اے ہن اساں کی آکھناں
اکھیں توں جاہ ہٹ پریڑے اساں تیرے مگر
نہیں لگ سیاپناں

کانوں میں بندے ہیں اور آنکھوں میں کاٹ دار کا جل ہے۔ جاتے ہوئے راہ کے مسافروں کا اللہ مددگار ہوتا ہے۔ دل میں محبت کی جوت جگا کر اب جو اسے یوں ختم کر رہے ہیں تو اس میں ان کا اپنا ہی نقصان ہوگا۔ تیری نگاہوں کے ڈاکوؤں نے ہمارا دل لوٹ لیا ہے۔ ہم تیری زیادتیوں پر ہمیشہ خاموش رہے ہیں اور اب بھی تجھے اس ظلم کی کوئی سزا نہیں دیں گے مگر اتنا ضرور کر کہ ہماری نگاہوں سے دور ہو جا تو کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو ہم تیرے بغیر بھی زندگی گزارنا جانتے ہیں۔

کنّیں بُندے سرچھیتیاں دیاں تھیاں

لدی جاندے نے سانجھاں آلے

رج نہ کیتیاں گلاں من تے سکّاں نیں رہیاں

لدی جاندیاں دی کنڈ ویکھ کے اُبتر ہو کے کھلو رہی ہاں

کولوں دیندیاں نیں دھیرج سیّاں

سُنجی دار وچ لگدا نہ اتھا مے دل دیاں واگاں چھُٹ گئیاں

سانگیوں پھوڑیا نیں جوڑی

ملن نے ہُنگے دُھروں کُوکاں درگاہ دیاں پیٹیاں

میرے کانوں میں بُندے ہیں اور سر پر گیسوؤں کی تہیں جمی ہیں۔ وہ جن کے ساتھ مجھے دلی لگاؤ تھا مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں میرے من میں اُن سے دل بھر کر باتیں کرنے کی حسرت رہ گئی ہے۔ جدائی کے سفر پر جانے والوں کی پُشت دیکھ کر میں گُنگ ہو کر رہ گئی ہوں۔ میری سکھیاں مجھے دلاسا دے رہی ہیں مگر مجھے اپنے بیقرار دل پر اختیار نہیں رہا۔ زمانہ کی گردش نے ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے۔ اب اُن سے دوبارہ ملن ہونا ناممکن ہے۔

سجناں میریاں دا ساتھ تیار اے نال جنہاں دے سانگا

وچھڑ یار جنہاں دے جاون پچھے جیون کوڑ اُنہاں دا

ربیاں نال جو بیندا ایویں دل اساڈا اے آہندا

پر چھڈ نہ جاویں ڈھولا ماہی رُوح پل جدائی نئیں سہندا

توہیں ٹُر گئے توں پچھے ہار سنگار لاہے ہیں اُتھ رہ گیا اے بودی تے پراندا

پھیر گُندیساں جے رب ڈھولے نوں خیریں گھر لئے آندا

ہر دم وسیں ہا کول اساڈے اساڈی جان جگر دے وچ سماندا

ڈھولے میرے دی سوہنی صُورت میٔی کولوں ڈیٹھ تے چن شرماندا

عشق وانگ مثال کالیاں ناگاں دی اے ورہیاں توں پچھے سٹاں

مڑ وی اے کڈھدا رہندا

زخم تیرے دا رہسی ماہی اگاں قبر دے وچ وی پھٹ چماندا

ڈھاہ لگی دی خبر پُچھ اُنا ہتھوں کدھی دی من تے گھر جنہاں دا

ہرنی لٹی مار شکاریاں اوہ یک کلر گیا رہ ڈباندا

میرا محبوب مجھے چھوڑ کر واپس جا رہا ہے۔ جن کے محبوب بچھڑ جائیں اُن کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ میں بھی اُن کے ساتھ چلی جاؤں۔ اے میرے محبوب میں ایک لمحہ کی فرقت بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لئے مجھے جدائی کا روگ نہ لگانا۔ تیرے جانے کے بعد میں نے بناؤ سنگھار بھی چھوڑ دیا ہے۔ اب تو مجھے مینڈھیاں کرنے اور چٹیا گوندھنے کا بھی ہوش نہیں ہے۔ اب تو میں تمہارے ملنے کے بعد ہی اپنے بال سنواروں گی۔

میری دلی خواہش تو یہ ہے کہ تم ہمیشہ میرے پاس رہتے اور میرے دل و رُوح میں سمائے رہتے۔

میرے محبوب کے حسین چہرے کے سامنے شمس و قمر بھی ماند پڑ جاتے ہیں۔ عشق کالے ناگ کی مانند ہے جس کے زہر کا اثر برسوں بعد بھی قائم رہتا ہے۔ تمہاری جدائی کے زخم کو موت کا مرہم بھی مندمل نہیں کر سکے گا۔

جن کے گھر دریا کے کنارے ہوتے ہیں وہی سیلاب کی تباہ کاریوں کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔

میرا جسم تو خاک ہو چکا ہے لیکن میری رُوح تیرے لئے اب بھی تڑپ رہی ہے۔

کنّاں نوں سوہنے بُندے سر تے چھتے ہین مارو

اج میرے سجن وگے آوندے نکل آواں بھج بزاروں

ماہی تے مینوں پھوٹے پٹے ہین جویں کونج نکھڑ جاندی اے ڈاروں

چنگے سجن اکھیں دیاں پٹیاں ہوندے

نالے گھنباں مرضاں دے ہوندے ہین دارو

لا کے مُکھاں چا ملیاں ہین آون ہڈوں نا ہیا ہویا

تھڈے جاندوں بھج پیاروں

گیوں تے ملنوں رہ گیوں آ نکل اوہراں ڈھولا ماہی

میں پھٹی جاندی گھُل اُزاروں

گھروں جھڑکاں ڈاہڈھیاں ہین ڈھولے وی جواب دے

گھلّے ہین باہروں

سئیاں سد نہ لیّاں ہین رُٹھے جاندے نوں نپ نہ لیا اے مہاروں

اہناں گلاں دیاں خبراں ہوندیاں تاں

میں تھڈے جاواں ہاں بھج پیاروں

میرے کانوں میں دلکش بالیاں ہیں اور سر پر قاتل زُلفیں ہیں آج میرے محبُوب کی آمد آمد ہے اس لئے ہیں اس کے استقبال کے لئے گلی میں آگئی ہوں۔ اپنے محبُوب کے بغیر میری کیفیت ڈار سے بچھڑی ہوئی کُونج جیسی ہے۔ باوفا ساتھی تو آنکھوں کی ٹھنڈک اور مصائب کا مداوا ہوتے ہیں اگر تم نے یوں بچھڑنا ہی تھا تو محبّت کی پینگیں نہ بڑھاتے۔ اب ایسے گئے ہو کہ ملنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ تمہارے آنے سے میرے تمام دکھ درد دُور ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے تو ساتھ چھوڑ دیا ہے اب تم بھی کنارہ کش ہو رہے ہو۔

مجھ سے بڑی بھُول ہوئی کہ تمہیں جانے سے روکنے کے لئے کوئی ہمدرد نہ بُلا سکی۔ اگر میں پیار کے عبرتناک انجام سے باخبر ہوتی تو اس وادی میں قدم ہی نہ رکھتی۔

کنیّں بندے سِر تے چھتّے گونوں گون دے

مَل مَل تے دھوواں چھٹّے دے صبُون دے

بھرے ہن بھار سَداگراں بدھے بھار پرچوُن دے

بے سمجھی دیاں ماراں نیونہہ لایا ڈھولے نال بال معصُوم دے

عشق تیرے سنہہ سنہہ چاودھیا جویں ویکھو تُخم پرون دے

توہیں ٹُر گئے توُں پچھے میں منجی چا مَلّی متھے نہ لگی آدم جون دے

بودی دے یار گئے وگ پردیس تے گلیاں وِچ موہیاں گھت کھلوندے

کِس دَسّے ہانے وَل قنوُن دے

کیتی سُلطان سکندر سدا گئے نالے بیٹے افلاطون دے

گئے جوگی ملنوں رہ گئے کاغذ ٹھپ نجوم دے

کسے من تے جیندا وتناں این تاں اودوں آنکل اُوہراں

بدلے کون بھر لییں میرے منجی تے کیتے ہوئے خوُن دے

میرے کانوں میں بُندے ہیں اور سر پر خوبصُورت زلفیں۔ میں انہیں صابن سے مَل مَل کر دھوتی ہوں۔ میرے ساجن رختِ سفر باندھ چکے ہیں۔ میں اپنی نادانی میں بے پرواہ ساجن کو دل دے بیٹھی۔ عشق نے میرے دل و جگر کو چھلنی کر دیا ہے۔ تیرے جانے کے بعد بسترِ مرگ پر پڑی ہوں، کسی سے ملنے کو دِل نہیں چاہتا۔ میرے بچپن کے ساتھی بھی مجھ سے بچھڑ گئے ہیں۔

گردشِ آسمان کی زد میں آکر سکندر بچ سکا نہ افلاطون۔ سب اس دُنیا کے میلے کو جوبن پر چھوڑ کر چلے گئے۔ میرے ساتھی تم دُنیا کے جس کونے میں بھی ہو چلے آؤ اگر میں جدائی کے عالم میں مر گئی تو میرا خوُن کس کی گردن پر ہو گا؟

کنّاں نوں سوہنے بُندے سر تے چھتّے ہین چانج دے

متھیوں لٹکے باہلا بچے ہنن کالے نانگ دے

کنّاں دے مُڈھیاں اچ ہاٹھیں پئے بنھدے اوہ گھتو دے ہین راند دے

جہڑیاں سجناں نال سانجھاں میریاں اوہ سجن

بھنوّں دے ہین سانجھ دے

مُڈھوں نہ لیندوں ڈھول کسیتیا ایہہ راہ جاندے ہین وچ کٹا ہنگ دے

بودی دے سجناں تے رنج ہڈوں نہ ہووے

کیتے ویدے بھجے کدرہ گئے سودے ناہنے ڈھکے

ملن دی تاہنگ دے

گئے سجن تے ملنوں رہ گئے روحانی وڑن نہ دیندے ہین وچ گستان دے

جویں پانی جاندے لڑھ نواناں نوں خالی اڑانے

اڑے رہندے ہٹ جاندے پانی

دی کاہنگ دے

گیوں تے ملنوں رہ گیوں پرت مُہار پراہنیاں اج

دھکا دتی جاناں ہیں وچ اُونڈا ہنگ دے

کانوں میں دلکش آویزے ہیں اور سر پر نرم و نازک زلفیں ہیں۔ سانپ کی طرح بل کھاتی زلفوں نے کانوں کے اوپر جمع ہو کر عاشقوں سے جنگ کرنے کے لئے صفیں باندھ رکھی ہیں۔ جس بے وفا سے میرا تعلق تھا وہ بھی ساتھ چھوڑنے کی سوچ رہا ہے۔ عشق کی راہیں ہمیشہ پُرخار ہوتی ہیں اگر تم نے یُوں راستے میں ساتھ چھوڑنا تھا تو سفر کا آغاز ہی کیوں کیا تھا؟

اگرچہ اس نے ملنے کا وعدہ پورا نہیں کیا مگر پھر بھی مجھے اس سے کوئی گلہ نہیں۔ محبُوب کے بغیر تو مجھے قبر میں بھی قرار نہیں آئے گا۔ میری کیفیت اس وقت اس مکڑی کی سی ہے جو پانی اُتر جانے کے بعد دلدل میں پھنسی رہ جاتی ہے۔

میں مدت سے دکھوں میں مبتلا ہوں، اب تو واپس آجاؤ۔

کئیں بُندے وِچ والے ہور کمالاں دے

پیکے وار کوار آویں او سوہریے اوسل تاں ویدے

ٹُری ہاویں کر اقبالاں دے

تینوں دم دم دے نال پُکاراں او میرے مالکا

مینوں رکھیں وِچ سمالاں دے

عاشق مذہب یار دا بہہ پکیندے ہین، گل دھل گے

پئے سوہندے تسبیحاں تے ماہلاں دے

تیریاں جنجیں وی ڈھکنا ئیں کرسن سُوہے لڑ رُمالاں دے

تینوں گھت لین ڈولے کرلین اکھیّں توں اُوہلے

لاگیاں لاگ وی منگنے نیں لوہے تے چانن ہوسن گیس مشالاں دے

کریں گل آول ورسیں دے نال ہیں

مُورتوں وَل پئی سکھدی اے چالاں دے

اگے کھیڑے کر گئے جھیڑے رانجھا تاں رہیا وِچ سیالاں دے

جیندا وناں ایں تاں اودوں اوہراں

موڑ مُہاراں

ئیں تاں ہر ویلے بیٹھی رہنی آں تیریاں رِچ بھالاں دے

کانوں میں آویزے ہیں اور اُن کے ساتھ خوبصورت بالیاں ہیں۔

جاتے وقت تو وہ جلد آنے کا وعدہ کر گئے تھے مگر اب یہ بے وقت آنے کے کیا معنی ہیں؟

میرے محبوب مجھے من سے بھلانہ دینا۔ عاشق اپنے محبوب کے نام کی مالائیں جپتے رہتے ہیں۔

اے انسان تجھے ایک دن آخرت کا سفر کرنا ہے اس لئے ابھی سے اس سفر کی تیاری کرلے۔

تیرا جنازہ اٹھایا جائے گا، منکر نکیر تجھ سے پوچھ گچھ کریں گے۔ وہاں تیری نیکیوں کی روشنی ہی کام آئے گی۔

میرے محبوب کی مسکراہٹ بڑی حسین ہے اور موروں نے چال چلنا اسی سے ہی سیکھا ہے۔

رانجھا جنگل میں انتظار کرتا رہ گیا اور کھیڑے اپنا کام کر گئے۔

میں تو ہر وقت تمہاری یاد میں گم بیٹھی رہتی ہوں تم ہی آجاؤ۔

کنّیں بُندے سِر تے بودی رنگن ساری نوُں

جھیڑی رنگن اِچ عشق رنگیندا اِہڈوں نہیوں آوندا وَل للاری نوُں

آپ گیم پئے دو ماہنے ترُٹ گئے کھنجکے ویہلا دوس سنداری نوُں

نیناں تیریاں دی کُٹھی ہاموں لوکی

دارُو دسدی اے ہور بیماری نوُں

ٹکّی حکمت ڈھولے میرے توں دارُو گئے ہین کُھٹ پساری توں

ڈُور دی لگی نالوں نیڑے دے ترُٹ گئی

بھلی ہوندی گھاٹا رہندا اے عمُر ساری نوُں

ساون بدھے بھار بلوچاں

کتیّں مُڑن بھیدھ مُہاری نون

کانوں میں آویزے اور سر پر ریشمی چمکیلی زُلفیں ہیں۔ عشق کا رنگ ایسا منفرد اور انوکھا رنگ ہے جو اور کسی جذبہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ کسی سے شکایت کیا کروں میں نے خود ہی نادانی میں یہ روگ لگا لیا ہے۔ یہ بھی کیسے عجیب لوگ ہیں جو بیماریُ دل کا علاج حکیموں اور طبیبوں کے پاس تلاش کرتے ہیں جب میرے محبُوب نے ہی جواب دے دیا ہے تو پھر اور کوئیُ کیا کر سکتا ہے۔ دور کے باوفا دوست سے نزدیک کے بے وفا دوست کی دوستی اچھی ہے کیونکہ اس سے ملاقات تو ہو سکتی ہے۔

میرا محبُوب ساون کے مہینہ میں مجھ سے بچھڑا ہے اب اس اُمید میں جی رہی ہوں کہ بہار کے آغاز میں وہ پھر مجھ سے آملے گا۔

CamScanner

کنیں سوہنے بندے سر تے چھتّے پے نی لیڈرے

عاشق سدوں بُھکھے رہندے نالے منگتے ہر ہمیش دے

کرن سیل پہاڑاں دے اوہ ونگاں وی شہراں دیلو پچ ویچدے

اگلیاں بھنیاں کھوریاں لاہ لیندے نویاں بُکاں تے چاڑھدے میچ کے

سسّی سُتی رہ گئی کولوں گئے لد بلوچ ہتیارے

ابھر بھاندی اُٹھی مارے نظریں ماہی نظر نہ آوے

نال دے وسدیاں گھراں توں راہ پئی پچھدی اے کیچ دے

مگرے ماہی دے جاونا اے کنگن ہتھاں دے ویچ کے

جویں کونج نکھڑ گئی ڈاروں ایویں کُرلاندی رہ گئی سنجڑے اُتے بیٹ دے

ماہی تے مینوں وچھوڑا گھنیاں دیہاں دا اے

انگ متھے دے ہڑدوں نہ لئے ہائن ویکھ کے

جیندا ونا ایں تے اُدّوں اوہراں موڑ مہاراں نوں

بلوچ بھیڑیا اوئے دیہاڑیاں گھنیاں ہوگیاں تینوں

جُھگڑے کہڑی گلوں گھتی وناں ایں وچ پردیس دے

کانوں میں بُندے اور سر پر سیاہ چمکیلی زُلفیں ہیں۔ عاشق ہمیشہ ہی اپنے محبوب کی دید کے پیاسے رہتے ہیں۔ وہ کبھی تو پہاڑوں کی سیر کو نکل جاتے ہیں اور کبھی شہر میں آکر چوڑیوں کا کاروبار کرنے لگتے ہیں۔ الہڑ مٹیاروں کے ہاتھوں سے پُرانی چوڑیاں اُتار کر نئی پہنا دیتے ہیں۔ ظالم بلوچ سسّی کو سوتا چھوڑ کر چلے گئے، جب وہ اچانک بیدار ہوئی تو اسے اپنا محبوب نظر نہ آیا۔ بے چین ہوکر اُس نے پڑوسیوں سے ساجن کے دیس کا پتہ پوچھا اور یہ عہد کرلیا کہ مجھے پیا کے دیس ہی جانا ہے چاہے مجھے اس کے لئے ہاتھوں کے کنگن ہی کیوں نہ فروخت کرنا پڑیں۔

ڈار سے بچھڑی ہوئی کُونج کی طرح ریت کے ٹیلے پر کھڑی کُرلا رہی ہے مجھے اپنے ساجن سے بچھڑے بہت عرصہ گذر چکا ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میری محبت کا یہ انجام ہوگا۔

اے میرے محبُوب عرصہ بیت گیا ہے، اب تو آجاؤ آخر کس لئے پردیس میں ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔

کنّاں نوں سوہنے بُندے ہتھیں چوڑیاں نوُں لیکے

کنگناں موہری ملّی مگر چوڑیاں نفل چا نیتے

بھنیّاں نال ٹھکور دے پے گیّاں ہین ہک دُوئی دی ریسے

بھنیّاں چوڑیاں دی خبر سئیاں نوں لگی

اوہناں منکھ ڈاہڈھے نیں کیتے

آئیاں بڈوں ناہن ویکھاں شراب کھڑی مستی دے ہانیں پیتے

بھنڈھ گھتاں اہناں جھاڑیاں نوُں جنہاں

ساڈے کولوں بودی دے یار اکھیّں توں اوڈھر چا کیتے

توہیں رُڑ گئے ڈھولے توں پچھے

دیواں لکھ منتاں ڈیوے دکھاں بال مسیتے

پھٹی جاواں گھُل ازادوں

توڑے اہناں رہنیاں دے اُتے اَج

لہندوں بھار سلیتے

کانوں میں دلکش بُندے ہیں اور کلائیوں میں دھاری دار چوڑیاں ... اور لگتا ہے کہ کنگنوں کے پیچھے یہ حسین چوڑیاں صف باندھے کھڑی ہیں۔ یہ کیا عشق ہے کہ جس کی بدولت باری باری میرے تمام سہارے ٹوٹ رہے ہیں۔ میرے دکھوں کی خبر جب میرے چارہ گروں کو ہوئی تو انہیں دلی صدمہ پہنچا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر وہ اب تک اتنے مدہوش کیوں تھے کہ انہوں نے کبھی آکر میرا دکھ بھی نہیں بٹایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ان درختوں اور جھاڑیوں کو نذرِ آتش کر دوں جنہوں نے تمہیں چھپا رکھا ہے۔ میں مسجد میں دیا جلا کر تمہارے آنے کی منتیں مانتی ہوں۔

اگر تم آج رات میرے یہاں مہمان ٹھہر جاتے تو میرے سارے دکھ دور ہو جاتے۔

کنیںؔ سوہنے بُندے سرتے بودی چانجی

چِنتا چِکھاں برابر ہوندی جھہڑی ماس جگر دا کھاندی

اندر جاندے لکھ ورو جھے باہر ندی درداں دی اے واہندی

اگلا جوبن ادتھ نہ لگا اے او بلوچ بھیڑیا

ہُن پچھلی وی جاسیں نبھ ڈلاندی

جیندا وناں ہیں تاں اودوں اوہراں موڑ مہْاراں نوُں

ساڈیاں نیناں نوُں وی سک

مِلن دی راہندی

کانوں میں دلکش آویزے اور سر پر خوبصورت بال ہیں۔ انتظار کا روگ جسم کو گھن کی طرح چاٹ رہا ہے۔ میرا جسم اور رُوح دونوں ہجر کی ندی کے کنارے میں آگئے ہیں۔ زندگی کا ابتدائی حصہ تو منزل کی تلاش میں گذر گیا، اور اب باقی زندگی بھی یونہی گذر جائے گی۔

میری آنکھیں تمہاری راہ دیکھتے دیکھتے پتھرا گئی ہیں اب تو ان پر رحم کرو۔

کیئں سوہنے بندے سر تے چھتے آئے رچ کے
منھیوں لٹکے جویں مور نکلے پیلاں گھت کے
عشق آہندا اے میں ویلے کن توں اگے ہویا نالے جمیا ہاسوں ویلے پج دے
عشق آکھے جاندے لواں موہ ستھوڑے نگہ
لاڈیاں نیناں دی تک کے
اگے ہیرلے دِتی میئیں رانجھے نوں بھلے جا منائے بین مور کھ جٹ دے
مرجے نوں ماہیناں وڈھ بیڑیا
جتھے ساہنی بوٹے ہین ، گھٹ بھرے ہانے رت دے
یوسف دا وطن کنان زلیخا خوابے پھٹی نعرے مار کے نکلی عین الحق دے
شاہ ذکریا نوں کلوتر گھت چرایا نالے بیروں نکلی لبھ کے
میل نہ ہوئے گجھی تے کاہن دے جنھاندے دل
آہن وچ پتھراں دی پج دے
سوہنی بڈ موئی وچ شوہ دریا دے جھڑی بھلی
آہی کچے گھڑے تے تقوے رکھ کے
میریاں گلاں پچھیں مجنوں کولوں دبھ گئی سر ریوں ٹپ کے
عشق آکھے میریاں گلاں پچھو راجے بھوج کولوں مونہوں دے لگام
اُتے کیتی اسواری اجے من تے دھر ورکھی ودا اے وت دے
عشق آکھے میں رنگن رب گیا سو دے دِلاں
دے کیتے آہنے میں پسارنی دے
ہٹ تے

کانوں میں خوبصورت بُندے ہیں اور گھنی زلفیں ماتھے پر یوں لٹک رہی ہیں جیسے مور ناچ رہے ہیں۔ عشق کا دعوےٰ ہے کہ اس کا وجود کُن سے بھی پہلے تھا۔ محبوب کی پیاری اور نشیلی آنکھیں جاتے ہوئے مسافروں کا دل موہ لیتی ہیں

عشق کے دم سے ہی ہیر رانجھے کو نصیب ہوئی۔ مرزے کو ماہنی سیالوں نے گھنے جنگل میں قتل کر دیا۔ گو حضرت یوسف علیہ السلام کا وطن کنعان تھا مگر زلیخا خواب میں ہی اُن کو دیکھ کر اپنے حواس کھو بیٹھی اور زنانی العشق ہو گئی اور یہ بھی میرا ہی کرشمہ تھا کہ حضرت ذکریا علیہ السلام کو کافروں نے آری سے چیر دیا اور انہوں نے اُف نہ کی۔

اور یہ عشق کا جذبہ ہی تھا کہ سوہنی نے کچّے گھڑے کا سہارا لیا اور بیچ دریا میں ڈوب مری۔ اگر میری اہمیت کا اور اندازہ کرنا چاہتے ہو تو مجنوں سے پوچھو جس کے جسم سے کانٹے دار گھاس پار نکل گئی تھی۔

اور یہ بھی میرا ہی کرشمہ تھا کہ راجہ بھوج اپنے مُنہ میں رگام ڈلوا کر اور اپنے اُوپر سواری کرا کر بھی چاہت کا شیدائی رہا۔

عشق مزید کہتا ہے کہ جس نے میری دکان پر دلوں کا سودا کیا اُسے میں نے اپنے ہی رنگ میں رنگ دیا۔

اسیں ایتھے تے ڈھول وِیاہ تے
ہن تاں کانگ اڈیندی رہ گئی توہیں ڈھولے دے راہ تے
ہن قاصد چا ٹوریا ای ہتھیں خط لکھا کے
نیناں تیریاں دے چڑھے رسالے ہُن کیوں پے مریندے ہین ڈھا کے
ونگاں گھٹ تو ہیں چا بھنیاں ہن چھلے پیار رکھنائیں کھڑے لا دے
سجن جنہاندے لد گواڈھوں جاندے
اڈیاں روندیاں ہین کدھاں توں گل لمکا کے
ایتھوں لئی چلدوں نالے، اگاں بھاویں دھکا دیندوں پہندے وچ دریا دے
کدھی مینوں زنگی مولا لاونا اے پر دھکا دیون اِی ہوندا اے وَس ملاح دے
جس ویہاڑے تیریاں میریاں لگن لگیاں ہن
ہِک توں ہائیں تے ہِک ہیں ہاسوں تریا کون ہا
آپنی وِچ صلاح دے
گیوں تے مُڑ نوں رہ گیوں ہک واری ملدوں اودوں اوہراں آ کے
جیندا وناں ایں تاں پرت مہار نوں
او دے ویکھاں کیہے بیٹھا ایں نویں گھر بنا کے

میرا محبوب بیاس کے دوسرے کنارے گیا ہوا ہے اور میں یہاں اس کا انتظار ہی کرتی رہ گئی۔ اب تم نے قاصد کے ہاتھ اپنے نہ آنے کی اطلاع بھیجی ہے۔

تیرے دو نینوں کی فوج میرے دل کے قلعے پر حملہ کر چکی ہے۔ میری کلائی کی چوڑیاں تو تم نے توڑ ڈالی ہیں اب انگوٹھیاں کس لئے اپنے پاس رکھ رہے ہو۔

جن دوشیزاؤں کے محبوب مسافر ہو جائیں وہ گلیوں میں بیٹھ بیٹھ کر روتی ہیں۔

تم مجھے یہاں سے تو ساتھ لے جاتے چاہے راستے میں دریا میں ہی پھینک دیتے۔

عشق کے بھنور سے تو میرا مقدر ہی نکالے گا مگر تم بھی تو میرا ساتھ دو۔

جب تم نے مجھ سے اقرارِ وفا کیا تھا تو تمہارے اور میرے سوا وہاں اور کوئی نہ تھا۔

تم ایسے گئے ہو کہ اب آنے کا نام ہی نہیں لے رہے۔ ایک مرتبہ تو آجاؤ۔

اگر تم نے کسی اور سے دل لگا لیا ہے تو اسے چھوڑ کر میرے پاس آجاؤ۔

CamScanner

ہووݨی ہوکے مِٹنا اے لکھی پاسے نہ جاندی واحِد لا شریک دی

آتن دِتا اے چھڈ مجاز نوں جس ویلے وَجّی دھس حقیق دی

بُت خانے جھاتی پایاں جانی نظر آیا میتھوں گلی گئی اے بُھل میت دی

ماہی دے ملیاں حج بیت اللہ دی ہوگئی تے سُدھ نہ رہ گئی شرع شریف دی

عشق دی بازی نوں ہتھ گھیتوے ہم طبسر سِر دار کھیوے

گنتری ہڈوں نہ کریئے ہار تے جیت دی

سر دِتے پے تے راز نہ بھجے عاشقاں ایہہ واہ کار بنائی اے ریت دی

عشق آہدا اے میں تاں بیٹے بادشاہاں دے تختوں سٹ گھتینا ہاں

ایہہ مُرڈ در دَر صداں جاہ کریندے ہین بھیکھ دی

گیوں تے بِلنوں رہ گیوں من اُتے چپ تاں

ہُن وی رہند ہا اے نِت اُڈیکدی

ㅤ

قسمت کا لکھا پورا ہو کر رہتا ہے۔ جب مجھے حقیقت کی روشن کرن نظر آئی تو میں مجاز کو بھول گئی۔ میں مسجد بنا کر کیا کروں گی یوں کہ میرا دل میرے محبوب کے تصور سے آباد ہے۔ عشقِ حقیقی میں یہ حال ہو گیا ہے کہ شرعی احکام بھی یاد نہیں رہے۔

عشق کے میدان میں کودنے کے بعد ہار جیت کا خیال بزدلی ہے۔ عاشقوں کی یہ خوب صورت روایت ہے کہ وہ جان تو دے دیتے ہیں مگر راز افشا نہیں کرتے۔

عشق بھی کیا ظالم چیز ہے کہ بادشاہوں کو فقیر بنا ڈالتا ہے۔

تم ایسے گئے ہو کہ اب آنے کا نام ہی نہیں لیتے مگر مجھے تو تمہارا انتظار ہمیشہ رہے گا۔

پھدھ نہ میری ویہنی جاویں ہو سیانا

ایہہ ونگاں کچ دیاں پوسن بھج کے بال ایانا

ہن دیاں بھیناں پچھاں کدی راس ہڑوں تہنے باہناں

ہک وقت کویلا ڈھولا میرے کولوں کیوں ٹُریا اے ہو نمانا

صدقے جاواں اُہناں گھر دے بندیاں توں

جتھے اج پچھیں جاہ رہسیں او میرا واڈھا وگ گیا

ڈھول پراہنا

ساون ندیاں نیر اُچھلے اَسّو کتیّں کڈھے آ کے گھنڈ دریاواں

توہیں ڈھولے دے ترُٹ گئے نیہہ تے

ہٹ گئے جوبن دے میں سندلے بنھ کے گھنیاں دیہاں

دیاں بیٹھی ہاں جھل مکاناں

میرا بازو نہ پکڑو ذرا عقل سے کام لو۔

تم کتنے نادان ہو یہ نہیں سمجھتے کہ کلائی پکڑنے سے چوڑیاں ٹوٹ جائیں گی۔

اب اگر چوڑیاں ٹوٹ گئیں تو میں کبھی نہ لے سکوں گی۔

میرا ساجن مجھ سے بہت بے وقت جدا ہوا ہے۔ میں اس گھر کے مکینوں پہ قربان ہو جاؤں جس گھر میں تم آج کی رات مہمان ٹھہرو گے۔

ساون میں آنکھوں کی ندیوں میں طوفان آگیا۔ اب کہیں کا تک میں جا کر یہ دریا اتریں گے۔

تمہارے جلنے اور جوانی کے ختم ہونے کا میں ماتم بھی کر چکی ہوں۔

دیہنہ پیا لہندار تے لال کڈھیندا آنے
بودی دے سجن پئے لدیندے اج ہین کڑمی دے کولوں
کے دیس بگانے
ہک بال موا تا دووا بھاہیں لا کے اٹھے گل دے جائے
سانوں تاہنگاں بودی دے سجناں دیاں
جویں بھکھیاں بازاں نوں طامے
یار نہ ملیا آپنا میں تیتھے گھنیاں دیہاں دی بیٹھی ہاں لکھ تے گھل پروانے
تو ہیں ڈھولے دے ترُٹ گئے نینہہ
تے ہٹ گئے جوبن دی ایہو کجھ مثال
پئے دیندے جویں کُونجاں چت چا چائے
اوہ پچھاں جاہ کے بچّے یاد پیاہنے

سورج اپنی شعلہ بار آنکھیں لئے ڈوب رہا ہے۔ مجھ بدنصیب کے پاس سے آج میرے ساتھی رخصت ہو رہے ہیں۔ جسم تو کیا اس صدمے سے میرے تن کا ماس بھی سلگ اٹھا ہے۔ مجھے بچپن کے ساتھیوں سے اتنی محبت ہے جتنی کہ بھوکے عقاب کو گوشت سے رغبت ہوتی ہے۔

میں نے تمہیں کئی خط بھیجے مگر تم پھر بھی ملنے کے لئے نہیں آئے۔

دوستی کے ٹوٹنے اور جوانی ختم ہو جانے کی مثال اس طرح ہے جیسے کونجوں نے بچوں کی یاد میں وطن واپس لوٹنا شروع کر دیا۔

CamScanner

کنّیں سوہنے بُندے ہتھیں چوڑیاں چھاننجیاں
میں ریجھاں نال چڑھائیاں جے سئیاں کول سد لیاندیاں
موہری کنگناں ملی اے پچھے کھلیاں ہین متھاہندیاں
بھنّیاں کے نال ٹھکورے
چوڑیاں ہک دوئی دے نال نہیں کھاہندیاں
بھج گیاں چوڑیاں دے منکھ سیاں تے وی اپڑ گئے
منکھ تے نا ہن آیاں گھر کمیں کہڑے رجھیاں راہندیاں
بھنیاں ہونیاں وت چڑھیساں جے اوہناں
دکھاں اجوں نکل آوندے جانی یار اساڈے
جھوکاں مڑ دی ہجناں دیاں ایہناں دیساں تے آن کے لہندیاں

چا گھڑ وٹا لے چلی ڈیک تے

چشماں رو دِتا مندے حال بودی دیاں سجناں دے ویکھ کے

میں کدن آکھیا میرا وا ڈھا یار جاندا وگ پردیس تے

توہیں ٹر گئے توں پچھے کھادھا نہ لگا پیتا جا پیار ریت تے

جسویلے میں ڈٹھی بودی دیاں سجناں دی جھوک لدنیدی

عقل بھُل گئے نیں کلینکھ دے

اِنج نا ہیا کرنی نال اساڈے کیوں دھکا دے جاندا

پیا ایں وچ پردیس دے

میں کوٹھوں پر گھڑا رکھ کر پانی بھرنے جا رہی ہوں۔ تمہاری حالتِ زار دیکھ کر میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئی ہیں۔ میں یہ کبھی نہیں چاہتی تھی کہ تم پردیس چلے جاؤ۔ تمہارے جانے کے بعد غذا بھی میرے جسم پر کوئی اثر نہیں کر رہی۔

جب میں نے تمہاری جدائی کا منظر دیکھا تو اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی۔ تم نے یہ کیا غضب کیا کہ مجھے پردیس میں چھوڑ کر خود چلے گئے۔

کتنیں بنھدے سر تے پودی جمیں

ہویں گلیاں کدھیاں عشق ماہی دا دھاما سنھیں

بھندے نال سانجھاں میریاں ہین تاں سُتی رہ گئی آں

لدگیاں دی خبراں لگیاں ہین ڈھمیں

لیسندی وٹ لنگوٹا جاواں مگرے بھنیں

تباڈیاں اسیں لکھ منیندے ساڈی ہِکّا نہیوں چامنیں

دلوں چلیاں دے چھوڑ دین کھاہڑے من تے نہ رکھئے کجھ نکمیں

توہیں ٹر گئے توں پچھے باتول ہوئی آں ماہی نہ لبھدا اے اگلیاں بنیں

موجھی ہوئی گھلاں نِت سینہڑے سِکدی نوں دلویں یار وکھالیاں

ہک واریں آگلیاں ونیں

اہناں بلوچاں ہک ہور وی دیہنہ دلونا اے اگے

وِچ جنگلدے رُلا کے ماری ہا نیں سمیں[ے]

ے سمی

میرے کانوں میں بالیاں ہیں اور سر پر زلفیں لہرا رہی ہیں۔ حسن کے باغ میں بہار آتے ہی عشق نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا۔

کیا غضب ہوا کہ مجھے صبح کو اس وقت خبر ہوئی جب میرا محبوب جا چکا تھا۔

اگر مجھے وقت پر معلوم ہو جاتا تو میں بھاگی بھاگی اپنے محبوب کے ساتھ چلی جاتی۔

میں نے تمہاری لاکھوں باتیں مانی ہیں مگر تم میری ایک بھی نہیں مانتے۔

جو لوگ تنہا چھوڑ کر چلے جائیں انہیں دل سے بھلا دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔

تمہارے جانے کے بعد میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی ہوں۔ اب وہ پہلے سے حالات نہیں رہے۔

پیار کی پیاسی نظریں محبت کا یہ پیغام دے رہی ہیں کہ ایک بار تو پہلی سی سج دھج سے آ ملو۔

ان بلوچوں کے ذمہ ایک خون اور بھی ہے انہوں نے مجھ سے پہلے کسی کو بھی اسی طرح مارا تھا۔

کنّاں نوں سوہنے بُندے سِر تے بودیاں ہین گُھکیاں
کنگناں موہری ملّی مگر چوڑیاں کھلیاں ہین جُھکیاں
بھنیّاں نال ٹھکورڑے جداں ہک دوئی تے ہین چھٹیاں
دِلواں کِگھی دیاں ماٹھاں پاندوں رہ گیّاں ہین رُکھیاں
اہناں ناریں سِر پر ہاوڑے دوزخ نوں جاونا جہڑیاں کارے کر کے
چڑھ سیجاں تے ہین سُتیاں
ڈھولے نوں مہندی سگناں دی لا بیٹھی ہاں
جنجیں چڈھڑاں دیاں رہ گیاں ہین ڈُھکیاں
مالِک توں منگاں نِت دعائیں شالا رلیاں جوڑیاں
کِسے دیاں نہ رہنیں مُٹھیاں

میرے کانوں میں بالیاں ہیں اور سر پر خمدار گیسو ہیں۔ کلائیوں میں اگلی رات کنگن ہیں اور پیچھے چوڑیوں کی قطاریں ہیں۔

یہ چوڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرا کر ٹوٹ گئی ہیں۔ میں گھونگریالے بالوں کو کنگھی سے سنوار رہی ہوں۔ جو لوگ وعدہ کر کے وفا نہیں کرتے وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

رقیب دیکھتے ہی رہ گئے اور میں نے تیرے پیار کی مہندی اپنے ہاتھوں میں رچالی۔

میں ہمیشہ دعا کرتی رہتی ہوں کہ دو محبت کرنے والے دل کبھی نہ بچھڑیں۔

سوہنیاں چشماں دا کیڈا پیا چھوہر امان کریناہیں
نہ توں منگیاں دینائیں اے نہ توں مُل ویچیناہیں
جاہ وِچ اُداہیں جدے مہنگے لال وٹیناہیں
اکھیں توں ہو کنڈ تیا الویں کائی ہن مُغلاں دی بمب جھلینائیں

اے چھوکرے تجھے اپنی سیاہ آنکھوں پر بڑا فخر ہے۔ نہ تو انہیں مول بیچتا
ہے اور نہ مانگنے سے کسی کو دیتا ہے۔
انہیں اس جگہ بیچ جہاں ان کی اچھی قیمت ملے۔
میری نظروں سے دور ہو جا ورنہ میرے عتاب سے نہ بچ سکے گا۔

CamScanner

جانی جانی کریندیاں ڈینھہ گذر گئے ہین سالاں دے
جانی میرا کچ دا کنگن وِچ پچیاں لالاں دے
بھنّاں نال ٹھکور دے کوٹڑے پئی دینی ہاں دوس دَلّالاں تے
ڈھولے ماہی ہوراں رَج کے مندیاں واہیاں ہین جو ایں
سسّی نال کیتے کھوٹ بلوچاں اوہ ہیر جا کیتی نال سیالاں دے
گے تے مڑنوں رہ گئے سُوجھے نہ لئے نیں ساڈیاں بڈیاں پیّاں وہالاں دے
اہناں پیکھاں ہر دیاں ہک دیہاڑے بھویئں تے آونا اے
کچھ وس ناہیں رہناں اہناں شہدیاں ٹاہلاں دے
اہناں دیدناں توں جلیندی گھل کیوں نہ جاواں ہک آریں اکھیں نال
چا ویکھاں وگدے لوہے تے ڈھول دھماہلاں دے

تیرے نام کی مالا جپتے صدیاں گذر گئی ہیں۔

میرا محبوب شیشے کا کنگن ہے جس میں موتی ٹنکے ہیں۔ وہ کنگن آج کسی کی ٹھوکر سے ٹوٹ گیا ہے۔

میں کسی کو کیوں قصوروار ٹھہراؤں۔

میرے محبوب نے میرے ساتھ بہت زیادتیاں کی ہیں۔ ایسے مظالم جو سسّی کے ساتھ بلوچوں نے اور ہیر کے ساتھ سیالوں نے کئے تھے۔

تم جانے کے بعد واپس نہیں آئے مجھے ڈوبتا دیکھ کر بھی تمہیں ترس نہیں آیا۔

اس میں محبّت کا کوئی تصور نہیں جدائی کے صدمات سہنے کے لئے ہوتے ہیں۔

میں جب تمہارے آنے کی خوشی میں بجائے جانے والے ڈھول کی آواز سنوں گی تو اسی وقت صحت یاب ہو جاؤں گی۔

کنیں بُندے سر تے چھتے مُگل وُرانیں

کوڑے لا رے لا کے ساڈیاں دِلیں موہ لیانیں

اگے تاں اہناں ہائیں تن وی وِچ کے لیساں جدوں راضی ہویا

دِل دا جانیں

آپ دا اپڑن نہیوں ہویا توں کوئی سکڑ گھلدوں مُنہ زبانیں

جنہاں ندے سانگے توں بھلینا ہالیوں اُہناں دیاں پتن دھوڑاں

پار لگھ گیا نیں

جیندا وناں ایں تاں بھویں پر اہنیاں میری گاہنے کیوں گھت

گیاں ایں بجوانیں

کانوں میں خوبصورت آویزے اور سر پر مغل شہزادوں جیسے بال ہیں۔

تم نے جھوٹے خواب دکھا کر میرے دل کو کیوں موہ لیا ہے۔

پہلے تو تم کہتے تھے کہ میں اپنے آپ کو بیچ کر بھی تمہیں خرید لوں گا۔

اگر تم خود نہیں آسکتے تو پیغام ہی بھیج دیتے۔ جس کے ساتھ کے تم متلاشی تھے وہ تو عرصہ ہوا جا چکا ہے۔

اگر تم زندہ ہو تو لِللہ واپس آجاؤ۔ میں تمہارے لئے پھول سی جوانی کو روگ لگا بیٹھی ہوں۔

ایہو ماہی میرا ایں تاں ماہی دی گولی ہر ویلے حاضر کھلیاں

سدوں شوق الٰہی دا ہے ہر دم جاری اندر جوں رمزاں نے ہلیاں

شیشہ جوں تیرے عشق وکھایا ایں تاں وانگ پتنگاں دے جلیاں

حُسن توہیں سوہنے دلبر دے جس جا کڈھیاں ہین کلیاں

سودا وی لیا اے کر دلیل دا گلاں سُن اوّلیاں

تیرے گھر اپنا جُرم مذہب ونجایا نالے بدیاں سر تے جھلیاں

ہن تاں بن کے سگ دروانڑے دی لوہے تے مار پتھلیاں

بھاویں میں کوجھی تے بھاویں کملی سانگے توہیں دے رلیاں

میتھوں سُتیاں وی نہیں بھُلیا ایں توہیں تاں نہیں واگاں ولیاں

جھڑیاں کھیڈاں نال پیار دے کھیڈیاں ہین

مینوں تاں ہُن وی چیتے ہین کھلیاں

سکدی نوں دید یار وکھالیاں بھلیاں نوں لا جاں ہوندیاں ہین بھلیاں

تینوں میں شہریں گھمدے نوں ویکھاں سوہنے لگن ہر کوچے ویہڑے تے گلیاں

جویں سُکدے باگ نوں فضلوں پانی ملدا اے

مُڑ جھبدے ہرے ہو جاندے ہین

پھُل گُل تے کلیاں

یں اپنے ساجن کی تمام زندگی کی خادمہ ہوں۔ اللہ سے ہمیشہ لو لگانے
کھنے کا شوق قائم ہے کیونکہ میرے دِل میں عشقِ حقیقی کی لہریں اٹھ رہی ہیں۔ جب
ے تجھے دیکھا ہے پروانے کی طرح، تیرے عشق کی آگ میں جل رہی ہوں۔

اے دلبر! تیرے جوبن کا کوئی ثانی نہیں، میں نے بھی محبت کا بول سُن
کر اس وادی میں قدم رکھنے کی ٹھان لی ہے۔

تیرے لئے میں نے اپنا عقیدہ گنوا دیا اور بدنامیوں کو گلے لگا لیا اب میں
تیرے دروازے پر بھکارن بن کر بیٹھ گئی ہوں۔ میں جیسی بھی ہوں اب تو تجھ
ے نسبت قائم کر لی ہے اس لئے مسلسل تیرے ہی خواب دیکھ رہی ہوں تُو
نے آنے کا ارادہ ہی نہیں کیا۔

ہم نے پیار کے جو کھیل رچائے تھے وہ مجھے اب بھی یاد ہیں۔

آنکھیں تمہارے دیدار کو ترس رہی ہیں۔

تیری آمد سے شہر اسی طرح سرسبز نظر آرہا ہے جس طرح پانی سوکھے
پودوں کے لئے نئی زندگی لے کر آتا ہے۔

ماہی میرا ایں ماہی دی گولی، گولی پئی کماوے

عشق تیرے آن دُھمّاں گھتیاں ہین شالا پئی خیر وہاوے

نیہڑا لایا اے آپنے شونق نُوں جے میرے محرم نُوں بھاوے

دِلّیں کھوہ لیاّں نیں سوہنیاں گھت کے دو نہہ نیناں دے دھالے

جسدی اینا ہنگ میتوں سکدی نُوں ناز وِکھاوے

میں تاں پہن لیندی سبھّے زیور گہنے جے کدی گھر والا وی گھر آوے

سکدیاں عمُر گذاری اے تے ہک واریں لیندی یار کلاوے

پھیرا جوگی آلا اے اگے لکھماں گھت گئی اُو

توہیں وی جھوٹھے بدھے ہوئے ہین داوے

ایہہ جہان مثال بنگالے دی دیگر جادو ناٹک اکھاڑے

ہین سچے ویدے واحد لاشریک دے نصیب لکھے ہوونا اے

ذائقہ مکرا چکھنا ای بھاویں پیا رُوح گھبراوے

میں اپنے محبوب کی خادمہ ہوں اور اس کی خدمت کرتی رہتی ہوں۔ تیرے عشق کے چرچے ہر طرف ہوگئے ہیں خدا خیر کرے۔ میں نے محبت کا آغاز تو اپنی خوشی سے کیا ہے خدا کرے اُسے بھی منظور ہو۔ تمہارے دونیوں کے جادو نے مجھے مسحور کر دیا ہے۔ جس کا مجھے انتظار ہے کاش وہ آکر اپنی صورت دکھا جاتا۔

اگر گھر کا مالک آجاتا تو میں تمام زیور پہن کر بیٹھ جاتی۔

تمام عمر تو جدائی میں کٹی کتنا ہی اچھا ہوتا کہ میں ایک مرتبہ ہی اپنے محبوب کو گلے لگا لیتی۔

یہ دُنیا تو ایک سراب ہے جہاں لاکھوں آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں پھر تم کیوں آخر دعویدار بن رہے ہو جان لو کہ یہ ایک دھوکہ جو بہت جلد ختم ہو جائیگا۔ چاہے کتنا ہی دِل گھبرائے آخر کار موت سے ہمکنار ہونا پڑے گا۔

کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ؕ

کنیّں سوہنے بُندے سر تے چھتّے جالن
دھمی داویلا اے سہراگُندکے آندا اے مالن
نیناں چڑھ کے ٹانگو دِتّے ہین جے رند ماہی دا بھالن
چھتّے مڈھ دے خونی بُندے چڑھ آئے ہین ظالم
میں ڈگی ستھر جا ملّے ہین پکڑ دی مرض پے دسیندے ہین عالم
چالیو منجی تے لے چلو نگری واڈھے یار دی
سایاں ویدناں اوسے ہادی نوں مالم
آئی توں اگے پنچھی مرگیکن جاندے ویہلے کوئی کوڑپے مارے ہین دلالن
نکھڑ جادن یار جنہاندے اوہ دیہاں راتیں پئے نت سمہالن
پر چھڈ ہڈوں نہ جاویں ڈھولا ماہی میں در تیرے تے
رہنی آں نت سوالن

کانوں میں بُندے اور سر پہ سیاہ گھنے بال ہیں، صبح کے وقت ماں سہرا لائی ہے۔ میری آنکھیں اپنے اُس محبوب کا راستہ دیکھ رہی ہیں جس کی زلفیں تو پہلے ہی دِل والوں کے لئے تباہی کا باعث تھیں، بُندوں نے اس میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

میں تمہارے ہجر کی ماری چارپائی پر پڑی ہوں اور طبیب اسے جسمانی روگ سمجھ رہے ہیں۔ مجھے میرے محبوب کے پاس لے چلو وہی میرے تمام دُکھوں کی دوا ہے۔

موت سے پہلے آدمی کیسے مر سکتا ہے۔ لیکن طویل جدائی اور محبوب کی یاد بھی موت سے کیا کم ہے۔

میں تو تم سے صرف ایک مطالبہ کرتی ہوں کہ مجھے اکیلی کو چھوڑ کر چلے نہ جانا۔

مَن نوُں موجھاں ہین تے دِل اُداسی اے

جد لگی تاہنگ وطن دی

بُلبل وانگ لئیں تواراں جویں انہوں شونق اے چین چمن دی

روہاں تے چڑھ کے نظریں ماراں اج آوندیار سجن دی

چشماں نال دیواں بہاریاں کائی نہ لگی آہی ٹاہنگ مِلن دی

منگاں وصل دے دارُو

مینوں مرض ہوئی اے درد اَلم دی

سکدی نوں دیہہ وکھالیاں میاں میرداد آہندا اے

میں دُکھیاری جوں ہائی دم دی

پر لِکھی دے اُتے شاکر رہیئے جہڑی لکھی ہوئی اے لوح قلم دی

جب سے وطن کی یاد آئی ہے دل کو اُداسی نے گھیر لیا ہے۔ مجھے اپنے وطن کی اتنی ہی خواہش ہے جتنی بُلبل کو چمن کی ہوتی ہے۔

آج میرے محبوب کی آمد کی خبر گرم ہے اس لئے میں ٹکٹکی باندھے راہ دیکھ رہی ہوں۔

میں نے ان سے ملنے کے لیئے بڑے بڑے مسائل کا سامنا کیا مگر ان کا دیدار نصیب نہ ہوا۔

وصل کی دوا سے ہی ہجر کا درد والم دُور ہو سکتا ہے۔

میاں میر داد کہتا ہے کہ ترستی ہوئی دکھیاری کو آ کر اپنی صُورت دکھا جاؤ۔

انسان کو ہمیشہ اپنی قسمت پر شاکر رہنا چاہیئے تقدیر کا لکھا ہو کر ہی رہتا ہے۔

بُونں سوہنے بُندے سر تے چھتیاں دیاں ڈھانیاں

میں سُتی رہ گئی آں کولوں جھوکاں ماہی دیاں لدسدھانیاں

رچت نہ چیتے کئی زہریں امر دیاں ہین دھانیاں

میری کھلیاں نکل نہ گئی اے جے کولوں کنڈ چادتی اے نال دے ہانیاں

جاں جاں جیساں تاں تاں روساں لدگیاں دیاں ویکھ نشانیاں

اگے راجے وی ٹُرے آہن چھڈ جگیرنوں محلاں جیہڑے وندیاں ہیاں ہاہن رانیاں

ہیر رنگیاں گیاں نیں من تقدیرنوں کیڈے جھُدمڑیاں نے کٹ مُغلانیاں

رُکھاں تے چڑھ چڑھ کے دیلواں ٹانگو دلیس جھہاندے نال وکانیاں

جھڑے پل نہیں وسدے ہاہن کئی مدتاں گُذر دہانیاں

ترُٹ گئی یاری دی ایہہ کجھ مثال دیندے ہین

جویں ڈیگر ویلے کُنڈے گئے چھُٹ جہاج دے مُرکدھی دی من تے روندیاں ہیاں ہاہن بہہ مہانیاں

میرے کانوں میں خوبصورت بندے ہیں اور سر پہ گھنی زلفیں۔ میں غفلت کی نیند سوئی رہ گئی اور میرا محبوب مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ محبوب کی جدائی کے زہر کا اثر ایسا ہوا کہ میں اپنے آپ کو بھول گئی۔ کاش محبوب کے جدا ہونے پر میں زندہ نہ رہتی اور میری روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی۔ مگر میں محض دکھ سہنے کے لئے زندہ رہی۔

میں جب تک زندہ رہوں گی، چھوڑ جانے والے محبوب کی نشانیاں دیکھ کر روتی رہوں گی اور اپنے دل کو اس خیال سے سہارا دوں گی کہ اس سے پہلے بڑے بڑے امیر اور راجاؤں کو اپنے محلات اور جاگیریں چھوڑنا پڑیں اور ان کی محبوبائیں محلات میں ان کی یاد میں آنسو بہاتی رہی تھیں۔

ہیر بھی اپنے محبوب رانجھا کی جدائی میں رضائے الٰہی پر صبر کر گئی تھی۔ مغلیہ خاندان کی مستورات بھی اپنے محبوب خاوندوں کی جدائی میں بیشمار دکھ جھیلتی رہیں جن کے بغیر ایک پل نہیں گذار سکتی تھی۔ اب انہیں بچھڑے مدتیں گذر گئی ہیں۔ میں انتظار میں اونچے درختوں پر چڑھ کر دیکھتی ہوں شاید محبوب آئے یا کوئی اس کا پیامی آ جائے۔ محبت ٹوٹ جانے کی مثال داناؤں نے کیا خوب دی ہے کہ عصر کے وقت جہاز کی زنجیر کی کڑیاں نکل گئیں ملاحوں کی بیویاں جہاز میں بہہ جانے والے خاوندوں کی کوئی مدد نہ کر سکیں اور صرف کنارے پر بیٹھ کر جدائی اور فراق کے آنسو بہاتی رہیں۔

صُباں میرا ڈھول ٹُراؤ اے

میں پُچھنی آں وار تریک نُوں

میری چینن دی ڈیہی او جہڑی پھدھ کے ڈھوٹی او سیخ نُوں

آپنے ماہی نوں درد رسو دھیا

کھادھا منگ کے بھیکھ نُوں

غیفل کر کے مُٹھا ای پوایا ای گھول تویت نُوں

بانہہ پھدھی دیاں لاجاں تیں چھوڑ نہ جاویں آزِت تے

نیچ نُوں

کھوٹیاں کھریاں دے جاسن ہونتالے جدوں ول پیاہنے

نیت نُوں

آکھے لگ کے لُوتیاں دے نہیالاونا ڈاہنگ پریت نُوں

اَن پُجدی لکھماں جوگن ہو گئی گل گھت عقیق نُوں

کتیّں دالدیا ای تاں پھیر ساون بلن ودھے ساہ جبہاندے

میں واڈھیاں دی پٹی رکھاں

نِت اڈیک نوں

میرے محبوب نے مجھ سے پردیس جانے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ اس لئے میں اُس سے روانگی کے دن اور تاریخ کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔ تیری محبت میں میرا صندل جیسا جسم سیخوں پر لگا اب کباب ہو گیا ہے جو انگاروں پر بھن چکا ہے۔ میں نے اپنے محبوب کی تلاش میں چپّا چپّا چھان مارا۔ بھیک مانگ کر بھوک مٹائی مگر پھر بھی محبوب کی تلاش جاری رکھی۔ میرے محبوب تُو نے مجھے ایسا تعویذ محبت پلایا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو بھول گئی ہوں۔ میں تجھے اپنی سچّی اور پاک محبت کا واسطہ دیکر کہتی ہوں کہ مجھے حقیر جان کر چھوڑ نہ جانا۔ سچے اور جھوٹے چاہنے والوں کا اندازہ تب ہو گا جب وہ اپنی نیت ظاہر کریں گے۔

میرے محبوب جھوٹے اور الزام تراش لوگوں کے کہنے میں آ کر اپنی محبت کو جدائی سے داغدار نہ کر، میں تیری سچّی پجارن ہوں۔ ان جھوٹے دعویداروں کی طرح نہیں ہوں جو گلے میں عقیق کی مالا ڈال کر جوگن کا رُوپ دھارتے ہیں اور فرضی محبت کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔

میرے محبوب کاتک میں مجھے چھوڑ کر جا رہا ہے اور آئندہ ساون میں واپسی کا وعدہ کیا ہے مگر کیا پتہ اگلے ساون تک میں زندہ بھی رہوں میرے لئے ایک دن گذارنا بھی مشکل ہے میں ہر روز تیرا انتظار کرتی ہوں۔

بُت وَنوٹیا تیرا ٹانگوا ے کیہا

ایدے کوئی سد مریندا ساڈیاں سجناں جیہا

ہک ہور وی ماریں او "منظوریا" اگلا من ساڈے

تے رہیا

ترٹ گئے نینہہ تے ہٹ گئے جوبن توں پچھے

ڈھولا ماہی ہن صامن منگناں ایں کیہا

شاعر ایک درخت کو مخاطب کر کے اپنی پریت اشاروں میں بیان کرتا ہے۔
اے خوبصورت ون کے درخت تیری اونچی شاخ کتنی خوبصورت ہے۔ اس طرف سے کوئی پکارتا ہے جس کی آواز میرے محبوب کی آواز سے بالکل ملتی جلتی ہے۔ کاش ایک آواز اور بھی آتی کیونکہ اس آواز نے میرے محبوب کی آواز کی یاد دلادی ہے۔ یہ آواز میرے دلِ کی گہرائیوں میں اترتی جا رہی ہے۔ میرے محبوب دوستی ختم ہونے اور جوانی چلی جانے کے بعد اب ہم سے کس قسم کے عہد و پیمان لیتے اور راہِ محبت استوار کرتے ہو جب کہ یہ دونوں چیزیں میرے پاس نہیں۔

کیئیں سوہنے بندے سر تے چھتے ہاین سوہنے رنگ دے
عشق تے جوبن دی کھاہ قدیم دی تھڈے ہتھیار چاہینے نے جنگ دے
میئیں رانجھے ہین وجائی اے کھلو کے
وچ جھنگ دے
ہیر نشئین ہوئی اے جویں املی نوں لورے نے بھنگ دے
گیاں ہین بھل تدبیراں "ڈولے چڑھ گئی رانجھے فقیر ملنگ دے
عاشقاں نوں مرن محال اے پھڑکن ایویں جویں گیر ڑے
مارے ہین مینہ تے جھنب دے
عشق آکھے،۔
اگے بوٹے ساہنیاں آلے مرزے تے صاحباں دا ساتھ لٹیا اے
تقدیر اہراں بکی آن کھلاری اے ونگ کے
ایسے عشق دے پچھے میاں مجنوں سک کے ون ہوگیا
سوئے جھلے ہیس وچ گرنگ دے
فرہاد تیھر چوٹ کے شیریں کارن نہراں آن دہائیاں
کئی اڑھے ہین ظلم تے گنگ دے

CamScanner

میرے کانوں میں خوبصورت آویزے ہیں اور سر پہ سیاہ چمکیلے بال۔ عشق اور ہوا ازل سے ایک دوسرے کے دشمن رہے ہیں۔ یہ دونوں ہر وقت مسلح ہو کر موقعہ کی تاک میں رہتے ہیں۔ رانجھے کی بانسری سے رس بھرے سُر کھلے تو ہیر محبت کے نشے میں مخمور ہو کر بھنگ کے رسیا کی طرح اس کی لے پر جھومنے لگی۔ ہیر کو اپنی عزت ناموس اور وقار کچھ بھی یاد نہ رہا اور وہ اپنے محبوب کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھانے لگی۔ عشق میں ایسی تاثیر ہے کہ وہ انسان کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور عاشق اس پرندے کی طرح تڑپتا ہے جسے آندھی اور مینہ کی بوچھاڑوں نے بے سدھ کر دیا ہو۔

عشق کہتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے ساہنیاں کے درخت کے نیچے مرزا صاحباں کو جان سے مروا دیا تھا اور اپنی طاقت سے مرزا کی گھوڑی کی تیز رفتاری کے باوجود اسے ایسا باندھا کہ وہ مرنے کو نہ بچا سکی۔ عشق نے مجنوں کو ایک درخت کی شکل میں تبدیل کر دیا تھا اور اس کے جسم پر ڈوب (ایک خاص قسم کی گھاس) اُگ آئی تھی۔ بات صرف یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ فرہاد جیسے لوگوں سے نہریں کھدوائیں اس کے علاوہ اور بھی کئی عشق کی گنگا میں بہہ گئے۔

اُنگلیں بھن کے چھلّے لاہ لیا ہنی کئی ٹُلے کر کے چاندی دی تند دے
مِنیں مرنے عاشقاں دی ویہہ پچُائی اے
شہراں اچ ڈھول وج گئے ہین بمب دے
ترٹ گئی یاری دی مُنصف ایہہ کُجھ مثال دسیندے جویں دیگر ایلے
بازی لئی اے جِت کھِڈ کاریاں
پچھے ایویں کملی گوٹی بھوندی رہی اے وِچ شطرنج دے

CamScanner

میرے محبوب تُونے میری انگلیاں مروڑ کر ان میں سے چھلّے اتار لیں۔ تُونے یہ کیسی زیادتی کی کہ صرف چاندی کے لالچ میں محبت جیسے حسین جذبہ کو بدنام کیا۔ مرزا نے بھی تمام عاشقوں کی سچّی پریت کو داغدار کیا تھا اور اس کی اس غلطی کا چرچا شہر بہ شہر ہو چکا ہے اب کوئی عاشق قابل اعتبار نہیں رہا۔ مُنصف ختم شدہ محبت کی مثال شطرنج کے اُس مہرہ سے دیتے ہیں جو تمام دن کے کھیل اور کھلاڑیوں کے بازی جیت جانے کے بعد بے یار و مددگار شطرنج کی بساط پر پڑا رہتا ہے۔

نار دی میلویں سہلی جویں متا حوُر دی
اٹھی لے کے گھٹاں جویں بدلی وس جاندی نوُر دی
میریاں رگ رگاں دیاں کھڑکن ناڑیں جویں
وگی اے تار طنبوُر دی
یاری نیڑ دی چنگی ہوندی اے میں بھٹھ کے گھنی آں دوُر دی
سر پر آپنے ماہی نوں ملنا بھاویں بیڑی چھُٹ
جاوے پہلے پوُر دی
ترٹ گئی دی اے ایہہ کجھُ نشانی، جویں آہرن توں ٹھُڑکی
سٹ ودان دی
مُٹھیں میٹ کے بہہ رہیا پُتر لوہار دا
ہتھوں چوہنڈی گئی چھٹ جنبوُر دی

CamScanner

محبوبہ کی بھنویں جڑواں اور اس کی شکل حوروں جیسی ہے۔ جوانی مست گھٹا کی مانند ہے جو برس کر نور کی بارش کر جاتی ہے۔ محبوبہ کو دیکھ کر میرے جسم کی رگ رگ پھڑک اٹھی اور اس سے آواز محبت اس طرح آنے لگی جیسے طنبور کے تاروں سے محبت کے نغمے نکلتے ہیں۔ محبت قریب کی زیادہ اچھی ثابت ہوتی ہے۔ دور کی پریت میں آنکھیں محبوب کی دید کو ترستی ہیں۔ مجھے اپنے محبوب سے ضرور ملنا ہے خواہ راستے میں دریا ہو، کشتی ایک جگہ چکر لگاتی ہو اور پہلا ہی چکر چھوٹ جائے۔ محبت کے ٹوٹنے اور پیار کے ختم ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے لوہار کے ہتھوڑے کی چوٹ چوک جائے ہاتھ سے سنی چھوٹ جائے تو لوہار بیچارہ افسوس کی حالت میں مٹھیاں بند کر کے بیٹھ جاتا ہے۔

بت ونوٹیا تیریاں پیلوں ہین ککیاں

ہیں تاں رو رو کے اکھیں دا حال ونجایا اے

اکھیں آن کیتیاں ہین رتیاں

کدے گئے زحمت دے دارُو جھڑے اکھیں دیاں ہائن پٹیاں

نہ آیاں رل کے بیٹھا سے نہ گلاں کر کے لئیاں ہین سچیاں

ہیں تاں تینوں مہنگے مُل خریدلیاں توں کے ماسے تے رتیاں

جیندا وتنا ہیں تاں پرت مُہاراں نوں

رُتیں آن کے بھویاں ہین عشقے ماہی دیاں پھیر تتیاں

اے خوبصورت، ون کے درخت تیرے پھلوؤں (پھل) کا رنگ کیسا سُرخ ہے۔ میرے محبوب تیری جنت میں میری حالت عجیب ہوگئی ہے۔ میری آنکھیں جدائی کے غم میں رو رو کر سُرخ ہوگئی ہیں۔ محبوب ہی تو میرے درد و غم کا علاج تھا جو مجھ سے بچھڑ گیا۔ افسوس اس بات کا ہے اے میرے محبوب کہ تو میرے پاس بیٹھ کر سچے عہد و پیمان بھی نہ کر سکا۔ اگر تجھے قیمتاً خریدا جا سکے تو میں تجھے ریتوں اور ماشوں کے باٹوں کے ساتھ تول کر بھی خرید لوں۔ میرے دوست اگر تو زندہ ہے تو اپنی سانڈنی کی مہار میری طرف موڑ دے کیونکہ یہ ہی تو عشق و محبت کا زمانہ ہے۔

گھڑ دیہہ سُنار یا مینوں دوئیں دُر چاندی دے پچھے

چاندیاں سجناں نال گلاں ہیں نہ کیتیاں

ویدناں رہ گئیاں وچے

اُچے بول ہڈوں نہ بولئے مینوں بھدھ نوایا اے لکھے

کیتی بازاں دیاں ہڈیاں کاں چھنڈیندے ڈٹھے

اکاں نوں پھُل قدیم دا، کون آہندا اے مٹھے

جیندا دناں ایں تاں اودوں آنکل اوہراں

سوجھی آ جئی ترٹ گئی یاری توں پچھے

اے سُنار مجھے چاندی کے دو سفید بندے بنا دے۔ میں اپنے محبوب سے کھل کر بات بھی نہ کر سکی اور میرے دل کی بات دل میں رہ گئی۔ بڑے بول نے مجھے سزا دلائی ہے۔ ہم نے تکبر کی سزا کے طور پر بازوں کا گوشت کوؤں کو کھاتے دیکھا ہے۔ آک (مدار) کا پھل کبھی شیریں نہیں سمجھا جاتا۔ اے میرے محبوب اگر تو زندہ ہے تو ایک دفعہ پھر تجدید محبت کر اور میرے پاس آ کر جدائی مٹا دے۔ کاش تجھے تعلقات ختم کرنے کے بعد بھی میری محبت کا یقین آجائے۔

کنیں بندے سرتے چھتّے ہین دیٹے

اکھیں چپ چپاتیاں پینیاں لہو جا دیٹے

بھاہ تاں اہناں جھاڑاں نوں لائیں

جنہاں جاندیاں سجناں میریاں نوں اگوں

اوڈھر جا ہین کیتے

بھاڑی ہٹے تے تھکے مگر کرہیاں دے آوندے ہین لیتے

میں تاں پھُلاں دی سیج وچھینی آں

ڈیوے پئی رکھنی آں بال میتے

کانوں میں آویزے ہیں اور سر پر خوبصورت بال پھیلے ہیں۔ میری آنکھیں خاموش ہیں لیکن پلکوں سے آنسوؤں کی صورت میں لہو بہہ رہا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے اُن درختوں کو آگ لگا دوں جنہوں نے میرے محبوب کو اوٹ میں دے کر مجھ سے اوجھل کر دیا ہے۔ میرے محبوب اونٹوں کے پیچھے چل چل کر اب بہت تھک چکے ہیں۔ ان سے اب زیادہ سفر نہیں ہو سکتا۔ میں ان کے لئے پھولوں کی سیج بچھاؤں گی اور ان کے آنے پر منت کے طور پر مسجد میں چراغ جلاؤں گی۔

باگ لوینی آں تے وچ لوینی آں جموّں

سجناں میریاں دی پردیس تیاری اے

لاہم کھڑی نوُں ہین ونجوں

ہک وار کوارے دوئی پہلی پئے دسیندے ہین چنوّں

ماپیاں توں چوری کتاب وکھائی اے

والا لاہ کے دینی آں کنوّں

اوہ عاشق کداں پے بہندے ہین جنہاںنوں سجن چھڈی جاندے

ہین لاہ کے متوّں

میں جو باغ لگوا رہی ہوں اس میں جامن کا درخت لگواؤں گی۔ میرا محبوب پردیس جانے کی تیاری کر رہا ہے لیکن مجھے اس کی منزل معلوم نہیں۔ سفر شروع کرنے کا دن نحس ہے اور چاند کی یکم تاریخ بھی مبارک نہیں۔ میں نے اپنے والدین سے چھپ کر جوتشی سے حساب لگوایا ہے اور جوتشی کو معاوضے کے طور پر اپنے کان سے بالا اتار کر دیا ہے۔ وہ عاشق کبھی زندہ نہیں رہ سکتے جن کے محبوب انہیں دل سے نکال دیں۔

CamScanner

چٹا جھگا اے دھوبی لیاندا اے دھو کے
سانبھ کے رکھنی آں نہ جاوے میلا ہو کے
ڈھولے ماہی نوں پہن وکھاونا اے گلی دیوچ کھلو کے
اَساں ہس بُلایا توں گل لگا ایں رو کے
ابناں پینیاں دے وٹاں دھاگے، ہنجوں دے چھڈاں ہار پرو کے
گیوں تے ملنوں رہ گیوں ڈگی تھر چا ملے
اودوں ملیں ہا مینوں جوگی ہو کے

کنیتں سوہنے بُندے سر تے بودیاں لاکھیاں

موہری کنگناں ملّی اے مگر چوڑیاں کھلیاں ہین پھاکیاں

چوڑیاں بھجنیاں نال ٹھکور دے جدوں ہک دوئی تے ہین مٹھاکیاں

بھجنیاں ونگاں میں پھیر چڑھیساں جدوں ماہی میںنوں

آن کے آکھیاں

اگے اہناں ہائیں لیساں تے توڑ چڑھیساں

سجن تدکرمناں ترُٹی یاری توُں پچھے

مریندوں آن جھاتیاں

اندر بمار پئی آں باہروں ٹریا ہیں بال چواتیاں

جیناں ہیں تاں آنکل اوہراں پردیساں تے نہ جاہنیں ٹک

حیاتیاں

CS CamScanner

میرے کانوں میں دلکش بُندے اور سر پہ سیاہ بال ہیں۔ بازوؤں میں کنگن ہیں اور اُن کے پیچھے چوڑیاں کلائیوں میں پھنسی ہوئی ہیں۔ میری یہ چوڑیاں ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرانے سے ٹوٹ گئی ہیں اب جب میرا محبوب کہے گا تو میں چوڑیاں دوبارہ چڑھاؤں گی۔

اے میرے محبوب تو سدا ساتھ نبھانے کا وعدہ پورا نہیں کر سکا۔ مجھے تیری محبت کا یقین تب ہی آتا جب تو محبت ختم ہونے کے باوجود چوری چھپے جھانک کر میری صورت ہی دیکھ جاتا۔

اے میرے محبوب میں بسترِ مرگ پر پڑی ہوں اور تو آ کر میرے درد کی دوا کرنے کے بجائے اُلٹا مجھے جلاتا ہے۔ اگر تو زندہ ہے تو ایک دفعہ آ کر مل جا کہیں ایسا نہ ہو کہ پردیس ہی میں تیری زندگی ختم ہو جائے۔

کنیتّ سوہنے بنُدے ہین ایڈے مھُلےّ سئیاں پڑ چول چا کیتی کنیسّ گھتیاں دی
ہوٹھ پان ولیتی دند سبز انار، اُتوں بنتر ویکھ لالاں سچیُاں دی
نک حسینی پیلا، گوہڑے آنے دُوروں لنب
سڑ ندی بھانبڑ مچیاں دی
خونی پینیاں ہین متھے دی مل گئی سہلی اُتوں بونگ لے ویکھ چھتیاں دی
گل دیلوچ ودھاوا ہتھیں لٹک ویکھ بوہٹیاں دی

میرے کانوں میں موٹے موٹے بُندے ہیں اور میری سہیلیوں نے بُندے پہننے کی اطلاع اِدھر اُدھر ہر جگہ دے دی ہے۔ ہونٹ ولایتی پانوں کی طرح پتلے ہیں۔ دانت انار کے دانوں کی طرح خوبصورت ہیں۔ میرے ان خوبصورت لعلوں کی بناوٹ تو دیکھو، ناک کتنی ستواں اور نفیس ہے، آنکھیں گہری سُرخ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک شعلہ ہے جو جلا دے گا۔ پلکیں اور زیادہ خُونی نظر آتی ہیں۔ بھویں جڑواں ہیں اور اس پر زُلفوں کا حسن کچھ اور ہی نکھار دے رہا ہے۔ میں نے گردن میں ہسلی پہنی ہوئی ہے اور بازوؤں میں "بوہٹے" دمک رہے ہیں۔

گھُوکیں سوہنا چرخہ تیری گھُوکر آوے ماہل دی

سُتیاں پیڑاں تو ہیں جگائیاں، عشق ماہی جدوں کھنجری

کھڑکی تال دی

جھوٹاں وانگ بماراں جدوں جوڑی پھٹ گئی نال دی

مجنوں سُک کے مڈھی ہویا لیلے کارن

ناہیا پُنّوں آس کنگال دی

سوہنی گھُنڈ اتارے مہینوال دی ناہیا لتھی سِک دیدار دی

اے میرے پیارے چرخے تو اپنی آواز نکال تیری باریک۔ رسی کی آواز آتی ہے۔ اے عشق تو نے میرے پرانے درد جگا دیئے ہیں۔ تو نے عشق کی ڈھولک بجائی اور میں محبت کی مستی میں وجد کرنے لگی۔ مجنوں اپنی محبوبہ لیلیٰ کے حصول کے لئے خشک ہو کر لکڑی بن گیا لیکن پھر بھی اس کی مُراد بر نہ آئی۔ سوہنی نے اپنے محبوب مہینوال کے سامنے گھونگھٹ اتار دیا لیکن مہینوال کی لگن ختم نہ ہوئی اور وہ سیر نہ ہو سکا۔

ایہونک پیڑ کریندا اے نتھلی دے ہلیاں
ڈھولا کیڈا غصّہ چا سمجھیا ای ساڈے بندے دے گھلیّاں

پتر پرایا ہیں نہیوں رہندا اویاں تے بھٹلیاں
نجّی لا کے ترورڑی جانا ایں انج ہڑوں نا ہیا
کرنی بھلیا

جنہاں ناریں دے یار وگ پردیساں تے جاون
کیتی ڈھٹیاں ہین اوہ راہاں تے کانگ
اُڈیندیاں کھلیاں

میری ناک کی نتھ ہلتی ہے تو درد کی ایک لہر اٹھتی ہے۔ اے میرے محبوب
میرا سندلیسا بھیجنا تجھے اتنا بُرا لگا۔ تُو غیروں کا بیٹا ہے مجبور کرنے سے کیسے
رُک سکتا ہے۔ تجھے محبّت کا وعدہ نبھانا چاہیئے تھا مگر تُو نے ایسا نہیں کیا۔ جن
دوشیزاؤں کے محبوب پردیس چلے جائیں وہ ان کی یاد میں کوّے اُڑاتی رہتی ہیں

کِنّیں سوہنے بُندے سِر تے چھتّے جَمّے
مَیں کرڑمی کدوں آکھیا ڈھولا ٹُر پردیس نُوں ونجے
سُکھاں کارن لائی ہتھوں دُکھ عذاباں دے بھلّے
گیوں وگ پردیساں تے اوڑے جا کے
ڈھڈھاں دے کیتے طمے
اوڑک دے کیارے نُوں پانی
پانی حال حال کریندا
چونکھے گئے چھُٹ اوہنے
جنیدا وناں ہیں تاں پرت مُہاراں نُوں، آپنے دیساں تے
اُٹھے مِینہ جھر دے گھاہ لنگورے بَجّے

کانوں میں خوبصورت آویزے ہیں اور سر پر دلکش زُلفیں لہرا رہی ہیں۔ مجھ بدنصیب کی یہ خواہش کب تھی کہ میرا محبوب پردیس چلا جائے۔ محبت تو میں نے آرام و سکون کی خاطر کی تھی۔ مگر میری جان تو ایک عذاب میں پڑ گئی ہے۔

پانی آخری کیاری کو لگا ہوا ہے جو فوراً ابھر جائے گی کیونکہ چاروں طرف سے پانی کے راستے کھل گئے ہیں

میرے محبوب اگر تو زندہ ہے تو واپس آ جا۔ ہمارے دیس میں بارش ہو چکی ہے اور گھاس اُگ آئی ہے اور تیرے جانوروں کے لئے وافر چارہ موجود ہے۔

کنیّں سوہنے بُندے گل چولا حلوان دا

ریجھاں نال سوایا اے اُتے ریشم لا مُلتان دا

گل گھت کے ہنڈایا اے ...... ہڈوں نہ دتا جان دا

گوری دے گوہرڑے نین متانے اُتے بھوچھن کورے تھان دا

مگر پراندا پٹ دا جویں پُوچھل کالے نانگ دا

اسیں سراں دے پنچھی سَریں اُڈ جسا ہیں

تو ڈھوڈھی وتنا ئیں کس مکان دا

تو ہیں ڈھولے ٹر گئے توں پچھے میں لاہ سٹے ہار سنگار

مرلا نہ بھریا دھرطی تے مانگ دا

کانوں میں سوہنے بُندے اور گلے میں سُرخ کرتا ہے۔ یہ کُرتا میں نے بڑے ارمانوں سے سلوایا اور اس پر مُلتانی ریشم کی کڑھائی کروائی۔ میں نے اسے اس وقت تک پہنا جب تک کہ یہ پُرانا نہیں ہو گیا۔ گوری (محبُوبہ) کی آنکھیں گہری اور مست ہیں اُس نے نئے تھان سے دوپٹہ لے کر اوڑھا ہوا ہے۔ گوری کی ریشمی چُٹیلا کالے ناگ کی دُم نظر آتا ہے۔

میرے ساجن تو ہمارے لئے پریشان نہ ہو ہم تو علاقائی پرندے ہیں اپنے علاقہ کو اڑ کر چلے جائیں گے تو ہم سے بچنے کے لئے کیوں خفیہ مکان تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میرے محبُوب تیرے جانے کے بعد میں نے زیور گہنے اُتار دیئے اور تب سے مانگ میں سیندور بھرنا بھی چھوڑ دیا۔

CamScanner

کنّاں نُوں سوہنے بندے سر تے بودیاں چھوٹیاں
گھتّاں وُدھ تے دہیاں ، نال شوقاں دے بہہ پٹنّاں
تے دھوتیاں
جنہاں دے نال سانجھاں ساڈیاں جھوکاں گئے لد کدو کیاں
اُسو یلے نکل نہ گئی جند نمانی جسویلے کولوں کنڈ چا
کیتی اے اوہناں
بازی لئی کھیڈ کھڈ کاریاں تن میرے توں اُتر گئیاں ہین بوٹیاں
لدی جاندے ہین سجن پیارے
من میرے نُوں ٹُرے ہین گھت کے
لوٹیاں
کیوں پئے لیندے نال اساڈے ٹھٹھڈے
جے دلیں ہانیں کھوٹیاں

میرے کانوں میں خوبصورت بُندے اور سر پہ چھوٹے چھوٹے بال ہیں۔

میں بالوں میں دودھ اور دہی ملتی ہوں اور انہیں دریا کے کنارے جا کر دھوتی ہوں۔

جن کے ساتھ ہمارا دل لگاؤ تھا وہ اپنا بستر بوریا اُٹھا کر کب کے جا چکے۔ جب میرا اونٹوں والا محبوب مجھے چھوڑ کر گیا تھا اس وقت میں مر کیوں نہ گئی۔

محبت کے کھلاڑیوں نے محبت کا کھیل کھیلا اور ختم کر دیا مگر میرے جسم پہ صرف ہڈیاں باقی رہ گئی ہیں۔ سجن پیارے سامان لاد کر جا رہے ہیں اور میرے دل میں اضطراب کا طوفان بپا ہے اگر میرے محبوب کے دل میں ابتدا ہی سے بے وفائی اور کھوٹ تھا تو انہوں نے محبت کا تعلق ہی کیوں قائم کیا تھا۔ کاش یہ محبّت کی آگ نہ لگاتے۔

CamScanner

کنّیں سوہنے بُندے مُنہ تے ماتاں دے دانے

اساں نہ لائی لگی زور دھنگانے

چھتیاں دے رنگ سلوٹے بُندیاں دے بگے بانے

چھتّے نیھبڑ و توڑ دے ہین بندے جھٹ پراہنے

سئیاں پیاں پچھُدیاں ہین کی کجھ ماپیاں گھتے گاہنے

نہ آپ گھڑائے نیں نہ ماپیاں تے لاہنے

میرا ڈھول نیا لئی اے لدھڑوں نہ جانے

میں آپ لدلیساں لاہ کے ہتھاں دے گینٹھے تے گہنے

جہڑی کیتی ماپیاں نال اساڈے

او جویں کلیتوں چھوڑ کے پردیاں اچ

جاہ کے ڈھور وکانے

کانوں میں خوبصورت بندے اور منہ پر چیچک کے داغ ہیں۔ میں نے جان بوجھ کر محبت نہیں کی بلکہ یہ چنگاری خود بخود دل میں بھڑک اٹھی تھی۔ اس وقت میرے بال سیاہ اور بندے سفید تھے میری یہ زلفیں تو ساری زندگی میرا ساتھ دیں گی مگر بندے کچھ دیر کے مہمان ہیں جو بہت جلد میرے کانوں سے اتار لئے جائیں گے۔

میری سہیلیاں مجھ سے پوچھتی ہیں کہ میرے ماں باپ نے مجھے کیا کچھ زیور گہنا پہنایا ہے۔ میں جواب دیتی ہوں گہنا پاتا نہیں لے خود ٹوایا اور نہ ماں باپ سے بطور قرض لینا تھا۔ مجھے گہنوں کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ میرا محبوب ابھی بہت کم عمر ہے وہ محبت کے رموز نہیں سمجھتا میں خود اپنے زیور اتار کر اس کے ساتھ اونٹوں پر لوجھ لدوا لنگی۔ میرے والدین نے مجھے اس طرح گھر سے رخصت کیا جیسے طرح جانوروں کو گھر سے بہت دور لے جا کر فروخت کیا جاتا ہے

کنیں سوہنے بُندے ہتھیں چوڑیاں بھاریاں
چھلّا لاہ لیوئیُ انگلیں حال حال کرینیں ساریاں
میر انگ دا جام توہیں تروڑیا اے گلاں کر پیاریاں
ناریں پٹ دے لچھے جویں مٹاں چوں کڈھے جھول لِلاریاں
جتوں ڈھول اے میریاں رہنیں نِت تیاّریاں
مِلناں ہیٔ تاں مِل ہانی ڈھولا نیئں تاں
پیٹے مرساں مارکٹاریاں
ترٹ گئی دی کُجھ مثال دسیندے جویں اوہ
پردیساں توُں جاہ کے
چائے چِت وپاریاں

کانوں میں خوبصورت بُندے اور ہاتھوں میں بھاری چوڑیاں پہنی ہوئی ہیں۔ ساجن تُو نے ہاتھ سے چھلّا اُتار لیا میری تمام اُنگلیاں رو رو کر دہائی دے رہی ہیں۔ میرے محبُوب تُو نے پیاری پیاری باتیں کرتے ہوئے میری ناک کی نتھ توڑ دی۔ دوشیزائیں کنواریاں بالکل ایسی ہیں جیسے ریشم کے لچھے رنگساز اپنے بڑے رنگ کے برتنوں سے رنگ کر نکالتے ہیں۔

جدھر میرا محبوب ہے میں اس طرف جانے کی ہر روز تیاری کرتی ہوں ساجن جلد آجاؤ ورنہ میں اپنے پیٹ میں چھُرا گھونپ لوں گی اور اس دُنیا سے رخصت ہو جاؤں گی۔ محبّت ختم ہوجانے کی مثال داناؤں نے ایسے دی ہے جس طرح پردیس میں جاکر بیوپاری اپنے وطن کی یاد میں بے قرار ہو کر واپس بھاگ آتے ہیں۔

گھڑ دیہہ سُنیارا یا مینوں بُندے نکّے
کیڈے سوہنے پئے لگدے جھوملے مُڈّھ
کنّاں دے آکے مِکّے

اگلی اے مُکا مزوری مینوں گھڑکے دیہہ سُچّے
اگلے اَنب چوپ لیا ہئی پچھے کیوں پئے
لگدے ہین پھکّے

ارے زرگر مجھے چھوٹے چھوٹے بُندے بنا دے۔ یہ بُندے جب کانوں کی لو سے مل جاتے ہیں تو کتنے پیارے لگتے ہیں۔ سابقہ معاوضہ میں مگر ساتھ طے کر لے اور مجھے بہترین اور خالص بندے تیار کر دے۔

رنگ اور رُوپ سے تو تُو لطف اندوز ہوا۔ اب نفرت کیوں ؟

کنیں سوہنے بندے سرتے بودی کالے دھار دی

اُگلی ہے مُرکا مزوری مینوں تجنی گھڑدے گل دے ہار دی

اُچی تے لمی اے کائی پابی پہاڑ دی

اوہندے متھے نوں پٹی گل چولی ڈوڈھ ہزار دی

ہیریاں تے موتیاں نال جڑائے پلیٹھ رکھائے سونے دی تار دی

اِہندے گہنے بے حساب میتھوں گنتری نہ ہوندی کہے

گل دے ہار دی

اودوں تیرے وچھوڑے دا مینوں بھوم رہیندا جویں قبریں دُکھدی

کسے گہنگار دی

سجن تدکر مناؤں جے ہک واریں ٹُرٹ گئی توں پچھے

پُڑی لے کے ملدوں آن ہڑتال دی

جیندا وناں ہیں تاں پرت مُہاراں، اجے نیناں نوں لہندی اے سِک دِ دار دی

اے سُنار

کانوں میں خوبصورت بندے اور سر پر کالے دلکش بال ہیں۔ اے سُنار

میرے ساتھ معاوضہ طے کر لے اور مجھے گلے کا نیکلس بنا دے۔ محبوبہ اونچے ٹیلے

پہاڑ کی چٹان جیسی ہے۔ اس نے اپنی پیشانی پر خوبصورت پٹی (پیشانی

پر ڈالی جانے والا زیور) باندھی ہوئی ہے اور ڈیڑھ ہزار روپے کی قیمتی کُرتی زیب تن کئے ہوئے

ہے۔ گوری نے اپنی اس کُرتی پر ہیرے اور موتیوں کا جڑاؤ کروا رکھا ہے اور اس

پر کاری سنہری تار سے لگوائی ہے۔ اس نے بیشمار گہنے پہن رکھے ہیں۔ میں

تو اس کے گلے کے ہار کی خوبصورتی کا اندازہ و حساب بھی نہیں کر سکتا۔

اے ساجن تیری جدائی کا خوف بہت شدید ہے اور میں اس طرح سُلگتا

رہتا ہوں جس طرح ایک گنہگار کی قبر سُلگتی ہے۔ تجھے اپنا ساجن تب تسلیم

کروں گی جب تعلقِ محبت ٹوٹ جانے کے بعد بھی دردِ جدائی کے لئے ہڑتال

کی پُڑیا لے کر آ جائے۔ اگر تو زندہ ہے تو اپنی اونٹنی کی لگام اس طرف پھیر کیوں

کہ میری آنکھیں اب بھی تجھے دیکھنے کو ترس رہی ہیں۔

(نوٹ) ہڑتال کا کُشتہ یونانی حکماء درد پہلو کے لئے استعمال کرتے

ہیں۔ جدائی کا درد بھی پہلو سے کم نہیں ہوتا۔

گھڑ کے دیہہ شینیار یامینوں چھلّا ساہم دا
لگی آیاں نوُں پتہ ہوندا اے

لوک ڈُووا کی جانیں لاہم دا
گھنے دیہاں دی بجھی وَنی ہاں ڈھولامیاں اوئے
مجھنوّں وتناں ایں سانجھ دا

گیوں تے ملنوں رہیوں جویں ساون مانہہ لئے اٹ دریاواں
اڈا ناکھلا رہ گیا ٹاہنگ دا

اے سُنار مجھے مضبوط چھلا بنا دے۔ جدائی کے درد کا اندازہ صرف اُن کو ہوتا
ہے جنہوں نے اس کا مزہ چکھا ہو۔ مجھے کافی دنوں سے تیرے ارادے کا علم ہو چکا
ہے کہ تُو محبت پیار کے تعلق کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ میرے ساجن تو چھوڑ کر چلا گیا
اور تُو نے پھر ملاقات کی کوشش تک نہ کی۔ میں اس طرح اکیلی رہ گئی جس طرح
ساون کے مہینے اور طغیانی کے دنوں میں دریاؤں کی دلدل میں ایک لکڑی جو وہاں
پھنس کر دوسری لکڑیوں کو بھی اپنے ساتھ اٹکا لیتی ہے اور وہ اپنے ہم سفر
دریا کی تُند تیز لہروں سے جُدا ہو جاتی ہیں۔

گھڑ دیہہ سینیا ریا مینوں کنگن، جھجرے
سبھناں میریاں دا سنگ تیّار اے بھنّی جانی آں مگرے
کراں منتاں تے ہاڑے لکھ عرضوئیاں پر ہک نہ منّی اے ڈھول بے قدرے
رُٹھے تاں منی پوندے پر دھانہ رہندے ہین اگلے
جنیدیاں دے لکھ ملاحظے نئیں موئے جا کے
وڑ دے نی قبرے
اینہاں دُکھاں چوں آنکل اوہراں
گلیں لگ ملاہیں گلاں رج کراہیں مک جاون جھیڑے تے جھگڑے

CamScanner

اے سُنار مجھے ہلکے پُھلکے اور درمیان سے خالی کنگن تیار کر دے۔ میرے ساجن کا قافلہ تیار ہے اور میں اُن کے پیچھے بھاگ کر شامل ہو رہی ہوں۔ میں نے بڑی منت سماجت کی لاکھ گذارشات کیں لیکن بے قدر محبوب پر میری منت خوشامد کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ روٹھے ہوئے لوگ مان ضرور جاتے ہیں مگر دل میں میل آ جاتا ہے۔ زندہ لوگوں کے لاکھ لحاظ اور احساس ہوتا ہے لیکن مر جانے والے قبروں میں چلے جاتے ہیں اور کون انہیں یاد کرتا ہے؟ اے دوست ان درختوں سے نکل کر آ جا تجھے گلے لگاؤں خوب خوب باتیں کریں اور تمام شکوے دور ہو جائیں۔

سجناں دی پردیس تیاری رسّا پئے وٹیندے ہین لددا

نینہہ چالاکی نال بے پرواہ دے ڈھکا ڈھو سبب دا

دینہاں گھنیاں دا کارا اے میرا دہاڑا کویں نبھُوے اج دا

وچھوڑا مندے توں مندا اے ویری پئے

لکھدے ہڈ دا

کل مریندے نوں چھڈیا اے

اوڈھر کر کے پکھی تے چھج دا

نہ ذات دا سو ہاں نہ سکّا ہیں ہڈ دا

دلیں لا کے موہ لیا نیں

کوئی دارو دے سبب دا

میرا محبوب پردیس جانے کو تیار ہے اور سامان لادنے کے لئے رستے تیار کر رہا ہے۔ میری قسمت کا پھیر ہے کہ بے پرواہ محبوب کو دل دے بیٹھی۔ میرے محبوب نے طویل عرصہ بعد آنے کا وعدہ کیا ہے اور میرا یہ حال ہے کہ آج کا دن گذرنا مشکل ہو رہا ہے۔ داناؤں کا قول ہے کہ جدائی ایسا مرض ہے جو انسان کی ہڈیوں تک کو گلا دیتا ہے۔ دشمن، کل میرے محبوب کو مار رہے تھے اور میں نے پنکھے اور چھاج کی اوٹ دے کر اسے چھڑا لیا۔ اے میرے محبوب نہ تو تو میرا رشتہ دار ہے نہ میری اور تیری ذات ایک ہے لیکن تو نے میری محبت جیت لی ہے۔ اب اس مرضِ محبت کی کوئی دوا تو بتا تاکہ میں صحت یاب ہو سکوں۔

اُنگلیں نوں سوہندے چھلّے چوُڑا پیا سوہندا اے بانہہ نوں
سجناں دی پردیس تیاری اے کجھ پیا ہوندا اے ہاں نوُں
گھروں بیٹھی ٹور پراہناں مُدّت وہا گئی بوہے تے کرُلاندے کاں نوُں
سجّناں گلاّں توں رب وسنجایا ای
ہک واریں وطن تے آکے لوڑادیندوں بانہہ نوُں
ترٹ گئی دی کجھ مثال دیندے
ہتھوں چھٹا بوکا بھوّنی حال حال کریندی
جے پاندوں تنک وچّی لاں نوُں
جیندا وناں ہیں تاں پرت مُہاراں، آپاں گلیں لگ ملا ہیں ہا
مڑ جا بخشیں ساڈے اگلے پچھلے
ہوئے عیب گناہ نوُں

میری انگلیوں میں خوبصورت چھلّے ہیں۔ بازو میں لاتعداد چوڑیاں کتنی بھلی لگ رہی ہیں۔ میرے ساجن پردیس جانے کی تیاری کر رہے ہیں اور میرے دل میں جدائی کا احساس ابھی سے اُبھر رہا ہے۔ اپنے گھر سے مہمان کو رخصت کر چکی ہوں۔ دروازے پر کوا بڑی دیر سے بول رہا ہے کہ شاید کوئی مہمان آئے۔ باقی تمام تعلق تو تُو نے توڑ لئے ہیں، ایک دفعہ وطن میں آ کر ناز سے اپنا بازو ہلا کر دکھا تو سہی۔ محبت ختم ہو جانے کی مثال ایسی ہے جس طرح ڈھینگلی سے پانی کھینچتے وقت ڈول (چمڑے کا) رسّی ٹوٹ جانے کی وجہ سے کنویں میں گر پڑتا ہے اور ڈھینگلی بیچاری ڈول کی جدائی میں چیخ و پکار کرتی رہ جاتی ہے۔

اے میرے محبُوب تُو اگر زندہ ہے تو ایک دفعہ اونٹنی کی مُہار واپس پھیر، ہم دونوں گلے لگ جائیں پھر تو میری سابقہ خطاؤں اور عیب و گُناہ کو معاف کر دے اور مِل کر زندگی گزاریں۔

گھڑ کے دیہہ سُنیاریا مینوں گل دی ہسّی بھاری
ڈھولے چڑھ دکیبے مینوں برچھی ماری
لگی مُڈھ کُرنگ دے کلیجے جا کے تھاہری
کھلی رَت چوُواں پھٹ ہویا کھلا قاہری
آوندے توں صدقے آں جاندے توں واری
جسویلے آن وڑدا ویہڑے ساڈے ئیں
مُڑ کے جاندی ساری
میریاں بالن ہویاں ہین ہڈیاں جیندھ ہُن نکلن ہاری
ئیں بھار کجھ نہ سہندی
ڈھولے ہوراں گڈھڑی بنھ
چوائی بھاری

اے سُنار مجھے وزنی، ہنسلی بنا دے۔ میرے محبوب نے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھ کر مجھے جدائی کا بھالا مارا ہے۔ یہ برچھی میرے وجود میں لگی اور اس کی نوک دِل میں جا اٹکی۔ اب اس سے خون رس رہا ہے اور یہ زخم بہت گہرا گھاؤ بن چکا ہے۔ محبوب آئے تو میں نثار ہوتی ہوں اور جب روانہ ہو تو جان قربان کرتی ہوں۔ جب ساجن میرے جسم کا روّاں روّاں لطیف ٹھنڈک محسوس کرتا ہے۔ جدائی نے میری ہڈیوں کو جلا دیا ہے اور میری جان نزع کے عالم میں ہے۔ مجھ میں ذرہ برابر وزن اٹھانے کی طاقت نہیں تھی لیکن اب محبوب نے جدائی کے غم کی بوجھل گٹھڑی سر پر اُٹھوا دی ہے۔

کنیں بُندے سر تے چھتیاں دے ڈیرے

لوکی سڑدی رہندی جدوں آن کے وڑنا ایں ویہڑے

ہڈیاں توں ماس پلوہ لیا ہنیں نہوں چھڈے تن تے بیرے

جانی تیتھے جان وی قربان اے پر ماپے وس نیئں میرے

جیندا وناں ایں تاں پرت مہار نوں

ڈھولا ہُن ڈھکی اے آخر آن کے نیڑے

کانوں میں بُندے ہیں اور سر پہ گھنے بال ہیں جب تو میرے آنگن میں آتا ہے تو لوگ جلتے ہیں۔ اے میرے محبوب، تیری محبّت میں گھل گھل کر میرے جسم کا گوشت ختم ہو گیا ہے اور تن پر صرف ہڈیاں رہ گئی ہیں۔ تیرے لیے تو میں اپنی جان بھی قربان کر سکتی ہوں مگر میرے والدین میری بات نہیں مانتے، اے میرے محبوب اگر تو زندہ ہے تو اُونٹنی کی مُہار واپس موڑے کیونکہ اب میری زندگی کا چراغ بھی گُل ہوا چاہتا ہے۔

دیگر چا دیہنہ ترتانا

کیڈی عقلوں گھُتھی آں گھر ویں ڈھولا بیٹھی ہاں لوڑ پراہنا

جاندے ڈھولے توں پُچھ ہڈوں نہ لیا توہیں اودے راتیں

کیتناں ہے راہنا

کنڈا نک دا لاہ کے دیئی ہاں چنگا ہوندا اے وچ پردیس دے

سونے دا گاہنا

ڈھولا میتھوں ایویں گیا اے جویں راتیں رہ کے دھمی گیا اے ٹُر پراہنا

اہناں اُچیاں پیگھاں ہر دیاں

اوڑک بھوئیں تے آونا اے

پکیاں محلاں وی بھوئیں تے ڈھاہنا

اہناں تیراں کی چلنا جنہاندیاں سینے کولوں

جاون ترٹ کماناں

ہک تے چالی دیہاڑے بندے شُہدے دا

رہندا اے پھل کرماناں

ییں انجان ہاؤس ڈھولا ماہی توہیں جاندوں بن سیانا

جیندا ہیں تاں آنکل اوہراں کدے ساتھے راتیں جاندوں رہ پراہنا

عصر کے وقت جب سورج غروب ہونے کے قریب تھا تو مجھ سے کیسی نادانی ہوئی کہ اپنے گھر سے محبوب کو پردیس کے لئے وداع کرتے وقت یہ بھی نہ پوچھ سکی کہ وہاں کتنے دن اور کتنی راتیں گذارے گا۔ میں نے اپنی ناک سے سونے کی نتھ اُتار کر محبوب کو دی یوں کہ پردیس میں سونے کا زیور کسی بُرے وقت میں کام بھی آسکتا ہے۔ محبوب مجھ سے اس طرح دُور ہو گیا جس طرح ایک مہمان رات گذار کر علی الصُّبح چل دیتا ہے۔ یہاں کی ہر چیز فانی ہے۔ یہ جوانی بھی رخصت ہو جائے گی اور ایک دن یہ اونچے اونچے مکانات بھی پیوند خاک ہو جائیں گے۔

وہ تیر کبھی نہیں چل سکتے جن کی کمانیں چلّہ چڑھاتے وقت ٹوٹ جائیں۔ موت سے اکتالیس دن پہلے انسان کے دِل کا پھُول مرجھا جاتا ہے۔ اے میرے محبُوب میں تو نادان تھی تو ہی سمجھداری کا ثبوت دیتا۔ اگر تُو زندہ ہے تو ایک دفعہ آکر مل اور ایک رات کے لئے ہمارے یہاں بھی مہمان رہ جا۔

کنیں سوہنے بُندے سِر تے چھتے مارُو
دھمیں دے دھمیں پئی دھونی آں آپدے آہرُو
ہک گھروں جھڑکاں دُووے ڈھول جواب چا ڈِتے ہین باہروں
اساں تیرا کی رنجا نیا اے بدیاں لا کے کڈھنا ایں شہروں
کنیں سُن بُلارا سجناں دا نکلاں نچ بزاروں
بجھی ودا اے دِل اسا ڈا مناں تے بہہ گئے ہین پاہرُو
آپدا آون نا ہیا ہوندا، بندہ گھلیں ہا پنڈ دے باہروں
اندر لکھ دلیلاں دریا دُکھاں درداں دے
واہندے ہین تارُو
چنگے سجن اکھیں دیاں پٹیاں ہوندے ہین، نالے گھنیاں
مرضاں دے ہوندے ہین دارُو
جیناں ہیں تاں آ نکل اوہراں ہیں جاندیوس گھل ازاروں

CS CamScanner

میرے کانوں میں خوب صورت بُندے ہیں اور سر پر غضب کے حسین بال ہیں۔ میں ان کو بلاناغہ دھوتی اور کنگھی کرتی ہوں۔ گھر سے مجھے جھڑکیاں پڑتی رہتی ہیں اور باہر محبوُب نے بھی محبّت کرنے سے معذوری ظاہر کی ہے۔ اے میرے محبوب ہم نے تیرا کچھ نقصان تو نہیں کیا جو تو اُپنے شہر سے ہمیں الزام لگا کر نکالنا چاہتا ہے۔ جب کبھی اپنے محبوب کی آواز کانوں میں آتی ہے میں بھاگ کر بازار میں نکل آتی ہوں اگرچہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ محبُوب نے اب اپنے دل پر پہرے بٹھا دیئے ہیں اور اب ہماری یاد اُسے نہیں آتی۔

اے محبوب تو اگر خود نہیں آسکتا تھا تو کسی قاصد کے ہاتھ گاؤں کے باہر سے پیغام ہی بھیج دیتا۔ میرے دل میں ہزاروں خیالات اور دُکھوں کے گھرے دریا چل رہے ہیں۔ اچھے ساجن تو آنکھوں کی روشنی اور کئی امراض کی دوا ہوتے ہیں۔

اے محبُوب تو اگر زندہ ہے تو آ جا تیرے آنے سے میری بہت سی تکالیف دُور ہو جائیں گی۔

کنیں سوہنے بُندے وچ ترائے ترائے پالیاں

چھتے تے بُندے جھٹ پراہنے نواہو ہڈوں نہ رہنیاں والیاں

سجناں میریاں دی پردیس تیاری مینوں سُنج دسیندیاں آہلیاں

پان وَلیں توں وچھڑے سنے پتراں تے ڈالیاں

لٹاں کھول وراگن ہوئیاں رلی ہاں سنگ ہالیاں

ماہی نوں ڈھوڈھاں دردر گلیاں

تے کوچے اہناں لمیاں بزاراں اِچ میں نکلی مار بھنوالیاں

دیواں چڑھ چڑھ کے ٹانگو باہلا نیوں پار اگیں متراں ہین بالیاں

جیندا اوناں ہیں تاں پرت مُہاراں

توڑے چڑھدے ساون مینوں دیندوں

آن وکھالیاں

کانوں میں خوبصورت بُندے ہیں اور ان میں تین تین قطاریں ہیں۔ یہ زلفیں اور بُندے چند دن کے مہمان ہیں اور بالیاں بھی ہمیشہ ساتھ نہیں دیں گی۔ میرے محبوب پردیس جانے کو تیار ہو رہے ہیں اور مجھے ابھی سے بستیاں ویران نظر آتی ہیں۔ پان کے پتے اپنی بیلوں سے برگ و بار سمیت بکھر گئے۔ میں بھی اپنی زلفیں کھول، جوگن بن کر ہل چلانے والے دیہاتیوں کے ساتھ جا ملی ہوں۔ محبوب کو تلاش کرنے کے لئے میں نے در در کی خاک چھانی کوچے تلاش کئے اور ان لمبے بازاروں کے کئی چکر کاٹے۔

میں اونچے درختوں پر چڑھ کر یہ دیکھ رہی ہوں کہ دریا کے اُس پار جو آگ جل رہی ہے اگر تو زندہ ہے تو اپنی اونٹنی کو میرے گھر کی طرف موڑے کاش تو ساون شروع ہونے سے پہلے ہی مجھے اپنی شکل دکھا جائے۔

کنّیں سوہنے بُندے گل چولی لال اے

مینوں واہمے تیرے تینوں ہور خیال اے

لگیاں چشماں دا مُڑن محال اے

لگی ہوئی یاری دا تروڑن تیر ھواں تال اے

لگیاں دیاں چوپاں ہاں تے رہندیاں ترُٹ گئی دا کوئی نہ حال اے

تُسیں آؤ تاں کویں نہ ملئے ساڈی وی کی مَزال اے

تیریاں راہاں دے اُتے اُڈیکیندا رہ گیا

ساڈا دی رُوح کنگال اے

کانوں میں حسین بندے اور گلے میں لال کُرتی ہے۔ میرے دل کا مندر تیری ہی محبّت سے آباد ہے مگر تیرے خیال میں کوئی اور بستا ہے۔ ہم نے جس سے ایک بار آنکھ ملا لی ہے اب وہاں سے ہٹانا بہت ہی مشکل ہے۔ محبّت سے دغا کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ محبت قائم رہے تو دل آباد رہتا ہے اور اگر ختم ہو جائے تو زندگی بکھر جاتی ہے۔ اے میرے محبوب ہماری یہ مجال کہاں ہے؛ کہ تو ہماری ملاقات کو آئے اور ہم نہ ملیں۔ ہم تو تیرے غلام ہیں ہماری کنگال رُوح تیری راہ دیکھتی رہ گئی اور تو نہ آسکا۔

CS CamScanner

گھوک وے سوہنا رنگلا چرخہ تیری گڈی ہائی توت دی
تیریاں شہریں دُھماں جے نوبت وجی کُوچ دی
سر پر نگری ماہی دی جاونا جے چھٹی گئی اے بِل
تھوٗت دی
جیندا وتنا ہیں تاں پرت مہار نوں ڈھولا میاں
نیناں نوں رہندی اے سِک تیرے روپ دی

اے میرے خوبصورت رنگین چرخے تو چل! تیری گُڈی تُوت کی لکڑی سے بنی ہوئی ہے۔ تمام شہروں میں تیرا چرچا ہے۔ تیرے کوُچ کا نقارہ بج گیا ہے۔ لامحالہ محبُوب کے شہر میں جانا ہے کیونکہ بہت ضروری خط آیا ہے۔ اے ڈھول ماہی اگر تو زندہ ہے تو اپنی اونٹنی کی باگ موڑ دے کیونکہ میری آنکھیں تیری دید کو ترس رہی ہیں۔

کنیں بُندے سر تے چھتے مُغل دُرّانی

کر کے مٹھیاں گلاں ساڈیاں دلڑیاں موہ لیا ہنی

لاون لگیاں تاں پکیاں کیتیاں ہانی مُڑ راہے جواب، دتیانی

تیرے ہین بگے جُھنڈے میری اوّل جوانی

چھوڑ دیہہ لڑ سلاری دا احمقا میرے نال دِیاں سیّاں گھراں نوں وگ گیاہنی

جیندا وناں ہیں تاں پرت مُہار نوں

میری گاہنے گیوں گھت جوانی

میرے کانوں میں پیارے بُندے اور سر پہ مغلوں اور دُرّانیوں جیسے خوبصورت بال ہیں۔ تُو نے میٹھی میٹھی باتیں کر کے میرا دل موہ لیا تھا۔ محبّت کی ابتدا میں تُو نے بہت راسخ عہد و پیمان کئے تھے لیکن اب تُو راستے میں محبت سے مُنکر ہو رہا ہے تُو نے بوڑھا ہو کر میری بھرپور جوانی کا بھی خیال نہ کیا۔ اے احمق میرے دوپٹے کا پلو چھوڑ دے۔ میرے ساتھ کی تمام سہیلیاں اپنے گھروں کو جا چکی ہیں اے میرے دوست اگر تو زندہ ہے تو ایک دفعہ اپنی سانڈنی کی لگام واپس موڑ دے تُو نے تو میری جوانی ہی گروی رکھ دی ہے میں اب تیری محبّت کے حصار سے باہر نہیں آ سکتی۔

کنیں بُندے سِر تے چھتے چانج دے

سجن اوہ کدن مِلن جھڑے لد گئے کولوں فجر دی بانگ دے

بُت منجیاں تے پئے رہ گئے

رُوح مِلن نوں پئے ہین تاہنگ دے

اوہناں سجناں تے منکھ ہڈوں نہ کیچے

جھڑے کیتے کارے تے مجبد ے رہ گئے

سودے ہڈوں ناہنے ڈھکے مِلن دی ٹاہنگ دے

بودی دے سجن چھوڑی جاندے ہین دھکا دتی

جاندے ہین وِچ اُڈاہنگ دے

برہوں تیر کر مار مکایا سینہ سلیا

زخم نہیں اوندے وچہ گانج دے

میرے کانوں میں خوبصورت آویزے ہیں اور سر پر سیاہ بال ہیں۔ وہ
دوست دوبارہ کب مل سکتے ہیں جو آج علی الصبح اپنا سامان اٹھا کر چلے گئے۔
ہمارے جسم تو یہاں چارپائیوں پر پڑے ہیں لیکن روحیں ایک دوسرے سے
ملاقات کی انتہائی خواہشمند ہیں۔ کبوتر اسی امید پر انتظار کر رہے ہیں۔ سیلاب
آکر چلا گیا لیکن لکڑی کی خشک ٹہنیاں دلدل میں اڑ کر رہ گئیں۔ اُن احباب
پر افسوس کرنا مناسب نہیں جو اپنے وعدے کو نبھانے کے لئے تلنے کی بھرپور
کوشش کرتے رہ گئے لیکن ملاقات کا کوئی مُؤثر انتظام نہ ہو سکا۔ میرے
بچپن کے ساتھی مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں اور مجھے دریائے محبت کی عمیق تہہ
میں دھکا دے دیا گیا ہے۔ اے دوست تیری جدائی نے میری زندگی ختم کر دی
تو نے اتنے زخم لگائے ہیں جن کی گنتی نہیں کی جا سکتی۔

باگ لوینی آں وِچ لوینی آں گوندی

وَکھی پیڑ بہانہ دُکھ سجناں دے بہہ کے روندی

پینیاں دے وٹاں دھاگے ہنجو دے بہہ کے ہار پروندی

جھبدے جھبدے وَلّا لویں مہار نوں ایتویں راہاں تے

رہواں نہ نِت کھلوندی

میں ایک باغ لگوا رہی ہوں اور اس میں خوبصورت گوندی کا درخت بھی ہے۔ پسلی کے درد کا تو محض بہانہ ہے اصل میں آہ و زاری تو محبوب کی جدائی کی وجہ سے ہے۔ اپنی پلکوں کے دھاگے بٹ کر آنسوؤں کے ہار پرو رہی ہوں۔ میرے محبوب جلد لوٹ آنا مجھے راستوں پر کھڑے ہو کر زیادہ دیر انتظار نہ کروانا۔

CamScanner

بُت ونو ٹیا تیریاں ٹاہنیاں ہین ہرانیاں
گھُلی واو چھوڑے دی آپو آپ ڈلانیاں
ڈھولا لگیاں تروڑوایں تیریاں نیتاں ہیں پچھانیاں
سانوں تاں لکھیاں ڈھیسن پر تُسیں وی نہ بہسو محلّاں
دیاں بن کے رانیاں

اے خوبصورت وَن کے درخت تیری شاخیں کس قدر قدیم ہیں جدائی کی ہوا چلی تو یہ قائم نہ رہ سکیں اور ایک دوسرے سے بچھڑ گئیں میرے محبوب مجھے تیری نیت کا علم ہو گیا ہے کہ تو محبت کا یہ سلسلہ منقطع کرنا چاہتا ہے میں تو تیرا اس دردِ جدائی کو صبر سے برداشت کر ہی لوں گی لیکن میرے ڈھول تو بھی محل کی رانیوں کی طرح سکون سے نہیں رہ سکے گا۔

نارڈے مَجھ خوشابن دے کے لگھی اے لنگی دے لورے

ایہہ ناریں ریسے لگیاں وتر دیندیاں نانہہ کریندیاں موہرے

ہو مٹھا انہاندے پان ویلتی دند چٹے موتی کورے

پپنیاں سرن چڑھائیاں اُتوں نین عراقی گھوڑے

نارڈے پٹ جنن دیاں گیلیاں مجھلے چڑھ ٹھکورے

گوری سانگ جھگائی جہڑی آتنوں مٹھل کے نکلی موہرے

گل دا جھگا حال حال کریندا ایون آلی پھُل چا کڈھے بھتوڑے

اُچیاں پیگھاں بھومیں تے آوَنی شالا دیگر جانیں ترٹ تروڑے

اوہ دوزخ سٹیاں جاسن جنہاں

بودیاں دے یار چا چھوڑے

CamScanner

دوشیزہ نے خوشاب کی لنگی باندھ رکھی ہے یہ لنگی پہن کر وہ عجب نخرے ٹھمک ٹھمک کر چلتی ہے یہ دوشیزائیں شروع شروع میں تو اقرار محبت کرنے سے انکار کرتی ہیں مگر پھر محبت کے رس کا ذائقہ چکھنے کے بعد اسیر ہو جاتی ہیں اُن کے ہونٹ ولایتی پانوں کی طرح نفیس اور دانت سچے موتیوں کی طرح ہیں۔ پلکیں نوکیلی اور تیز ہیں اور ان کی نظریں عراق کے گھوڑوں کی طرح برق رفتار ہیں۔ اس دوشیزہ کی رانیں خوشبودار صندل کی لکڑی کے تنے جیسی ہیں۔

اس گوری نے جس نے سب سے پہلے دریا پار کیا تھا نظروں کا تیر میرے دل کے پار اتار دیا ہے گوری کی قمیض پر درزن نے دلکش پھول بہت کم تعداد میں بنائے ہیں۔ اے مغرور محبوبہ خدا کرے تیرا جوانی کا یہ غرور خاک میں مل جائے اور تو آخری وقت میں زمین پر آ رہے۔ جن دوشیزاؤں نے بچپن کے دوستوں کو بھلا دیا وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گی۔

گھڑ دیہہ سُناریا مینوں تسبیاں بھاریاں

چِناّں چیر کے رکھینی ہاں باریاں

ناریں پانی نوں ٹُریاں کونجاں وانگ قطاریاں

عاشقاں ملیاں کنیاّں ٹُر دے وانگ شکاریاں

اگوں کنگو دا چھیڑ لیندا واہ تراریاں

کئی بھر کے ٹُریاں کئی بھرن نوں کھلیاں کاہلیاں

کئی پئیاں دسن بیڑ کُلنج دی کئی آکھن اگے نالوں گئیاں وَدھ بیماریاں

نال فجر دے بھُو کے ناد ملنگاں جویں ڈورو تے آن کے

ماری سٹ مداریاں

اے سُنار مجھے کانوں کی چھوٹی چھوٹی بالیاں بنا دے۔ میں اپنے مکان کی دیوار میں شگاف کر کے کھڑکی رکھ رہی ہوں۔ دوشیزائیں پانی بھرنے کو ایسے چلی ہیں جیسے کونجیں ایک دوسرے کے پیچھے سیدھی قطاروں میں اڑتی ہیں۔ عاشق مزاج لوگوں نے بھی ان کے ساتھ ساتھ شکاریوں کی طرح چلنا شروع کر دیا ہے۔ سامنے صاف اور نتھرے ہوئے پانی کا جوہڑ لبالب بھرا ہوا ہے۔ کچھ کنواریوں نے پانی سے اپنے برتن بھر لئے ہیں اور کچھ بھرنے کے لئے مضطرب ہیں۔ کچھ ایک دوسری کو حالاتِ دل بتا رہی ہیں، کوئی دردِ قولنج بتاتی ہے تو کوئی عشق کے مرض میں مبتلا ہونے کا رونا رو رہی ہے۔ یہ دیکھ کر عشق کے فقیروں نے اپنے بگل بجانے شروع کر دیئے جس طرح ایک مداری تماشائیوں کو اکٹھا کرنے کے لئے ڈگڈگی بجاتا ہے۔

سجناں دی پردیس تیاری اکھیں ڈٹھی جھوک لدیندی
کانی جھل حقان دی ہیں ستھر ڈگی لیندی

چیتاں چکھاں برابر جان مچھی وانگ تلیندی

میں ڈگی منجی چا ملی اے

مویاں دے لیکھے ہاں جیندی

ٹوپا ہتھ دھرُڈوائی دے توڑے متراں دی ڈھیری

اکھیں جاندوں ویکھ مینندی

میں جاساں ویلے بھیڑے دے، مینوں کدھی پار دی دور دسیندی

جیندا و ناں ہیں تاں پرت

مہاراں توڑے تر دوٹی یاری بھیر

آن گڈھیندی

جب کہ محبوب پردیس جانے کو تیار ہو رہے ہیں اور میں نے اپنی آنکھوں سے اُن کو بستی پار کرتے دیکھا تو میں غم کے مارے بے بس ہو کر فرش پر گر پڑی ہوں۔ انتظار کی آگ چتا کے شعلوں جیسی ہوتی ہے اور اس غم میں اپنی جان مچھلی کی طرح کباب بنتی رہتی ہے۔ میں نے بیمار ہو کر بستر قبول کر لیا ہے اور میری زندگی اب موت کے برابر ہے۔

تولنے والے کے ہاتھ میں ترازو ہے کاش تو اپنے دوستوں کے کھلیان کا وزن ہوتے دیکھ جاتا۔ جب بہت ہی مشکل وقت آیا تو ضرور محبوب کے پاس جاؤں گی کیونکہ اور کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ اے دوست اگر تو زندہ ہے تو اونٹنی کی لگام اس طرف موڑ دے شاید اس طرح ختم شدہ تعلق پھر قائم ہو جاتے۔

پھدھ نہ دینی نہ کریں گل اڈھوہ دی

چھوڑ دیہہ لڑ ساہلو دا ایں سوہیں ناہی

تیری اگلی روہ دی

کر کے مٹھیاں گلاں دلیں موہ لیا ہنیں جویں گندل لئی بھن پلوہ دی

بودی دے سجن وسن نال پتنّے دے

شالا وتھی نہ پوہنیں ہکے کوہ دی

توہیں ڈھولے ٹُر گئے توں پچھے رت بڈوں نہ آوے

بھاویں ناڑ ٹک کے ویکھو ہرا روہ دی

ترٹ گئی دی کجھ مثال دسن جویں کل رپی رات مسافراں

اُتوں جھڑی گئی ول کے پوہ دی

میرے بازو کو پکڑ کر غلط رویہ اختیار نہ کر۔ میرے دوپٹہ کا دامن چھوڑ دے۔ مجھے تیرے علاقہ کا کوئی علم نہیں اے دوست تُو نے نرم گفتاری سے مجھے اس طرح گرویدہ کر لیا جس طرح نرم ساگ کا حصّہ توڑ لیا جاتا ہے۔ بچپن کے ساتھی تو دل کے نزدیک ہی رہتے ہیں۔ خدا کرے انہیں ایک کوس کا فاصلہ بھی نہ ہو۔ اے دوست تیرے جانے کے بعد میرا خون اس طرح خشک ہو گیا ہے کہ اب اگر میں شہ رگ بھی کاٹوں تو خون نہیں نکلے گا۔ محبت کا تعلق ٹوٹنا ایسا ہی ہے جس طرح مسافروں کو سردی میں کھلے آسمان تلے چٹیل زمین پر رات گذارنا پڑے اور اوپر سے تیز بارش بھی شروع ہو جائے۔

کنگن بھنا کے تیّار کیتیاں باہیں

وَس نہ وچلا اے لڑھ گئی آں تاہیں

من دیاں مِنیں بھلیاں ہن ییں کہنوں کھول سُنائیں

آون تے جاون توں رنج ہوناایں

اسیں تیتھے وت نہ آساہیں

ڈھولے دی سوہنی صورت دا اک رقعہ لکھ لساہیں

جاں جاں پلیاں لوڑاں تاں تاں تینوں ویکھ بہساہیں

گیوں تے مِلنوں رہ گیوں کئی مدّتاں گزر گیائیں

کداہیں جیندا و نناں ایں تاں ولا دیہہ مُہارنوں

ایویں پھُٹے نہ مر جواہیں

ہاتھ کے کنگن تڑوا کے سُنار سے چوڑیاں تیار کروائی ہیں۔ دل کی بات دل میں رہے تو بہتر ہے خواہ مخواہ دوسرے کو دل کی بات نہیں بتانی چاہیئے۔ میرے محبوب تجھے میری آمد ناگوار گزرتی ہے تو میں یہ سلسلہ ختم کر دوں گی اور پھر نہیں آؤں گی۔ محبوب کی پیاری شکل ایک کاغذ پر بنا کر رکھ لیں گے جب ضرورت محسوس ہو گی تو تیری تصویر ہی دیکھتے رہیں گے۔ میرے محبوب تجھے جُدا ہوئے مدتیں گزر گئیں لیکن تُو نے ملنے کی کوشش تک نہیں کی۔ کسی علاقے میں اگر تُو زندہ موجود ہے تو ایک دفعہ سانڈنی کی مہار اس طرف موڑ دے کہیں ہم جدائی کے صدمے میں دُنیا سے رختِ سفر نہ باندھ لیں کم از کم موت سے پہلے ایک ملاقات تو ہو جائے۔

ہر دم تاہنگ مِتراں دی من تے شوق انہاندا رہندا
سجناں دا ساتھ تیّار اے آتن سارا ٹوریاندا
اگوں ماہی ہک نہ منّی اے رات کدوں اے رہندا

اندر لکھ وروجھے باہر دریا درداں دا واہندا
کون سیوے ایس لنگار نوں جھڑا گیا پاٹ کٹا ہنگا
لگی ڈھاہ دیاں خبراں جاہ پچھ اُناتھوں
وہندے دی من تے گھر جنہاندا
پچھیں جھوک لدیونی اے ڈھولا ایویں وسیں پتناں تے بہندا
ترٹ گئی دی ایہہ مثال اے
جویں رنجول مسافر نوں کھیلیاں چھوڑ کے ٹُریا
گھر دا سانگا

محبوب کی لگن ایسی ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ میرے ساجن یہاں سے جانا چاہتے ہیں اور میں انہیں روکنے کے لیے چرخہ کاتنے والی اپنی تمام سہیلیاں لے کر آئی ہوں۔ لیکن ڈھول ماہی نے ہر بات رد کر دی ہے بھلا وہ ہمارے ہاں رات کس طرح بسر کرے گا؟ میرے دل میں لاکھوں اندیشے ہیں اور باہر دکھ کا دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

محبّت کے اس زخم کو کون سی کرم مندمل کر سکتا ہے جو بڑی غلط اور بے ترتیب طرز سے پھٹا ہے۔ اے دوست دریا کی طغیانی کا تذکرہ اُن سے پوچھو جن لوگوں نے بہتے دریا کے کنارے اپنی رہائش گاہ بنائی ہوئی ہے اے محبوب آج رات تیرا قافلہ یہاں سے کوچ کرے گا اور تمام رات تو دریائی گذرگاہ پر بیٹھا رہے گا۔ محبّت ختم ہونا بالکل ایسا ہے جس طرح ایک بیمار مسافر کو قافلہ والے راستے میں ہی چھوڑ کر چلے جائیں۔ وہ نہ آگے جا سکے اور نہ واپس مُڑ سکے۔

ہتھیں بانہہ بوہٹڑا وِچ نیلے دھاگے

ٹھلّاں وانگ بیڑیاں جے وِچ ہوندے یار اساڈے

سانوں ملن دیاں تاہنگاں انہاں نوں ہین ہور تگادے

سُتّی سُفنا واپچیا اے جے یار ملیا اے آن کے خوابے

اُبھڑ بھاندی ماراں، ہتھ منجی تے

جے کول ہووے تاں جاگے

گیوں تے ملنوں رہیوں

ڈھولا ماہی او مُڑ دُور چا گیتے، ہیلنی لاگھے

میرے بازد میں بازد والا زیور ہے اور اس میں نیلے رنگ کے دھاگے ہیں اگر محبوب میرے پاس ہوتا تو میں کشتی کی طرح دریا عبور کرتی رہتی۔ ہمیں ملنے کی خواہش ہے اور محبوب کو اور کام بہت ہیں۔ رات خواب میں محبوب سے ملاقات ہوئی ہے، بدحواسی کے عالم میں اٹھ کر چارپائی پر محبوب کو دیکھ رہی ہوں لیکن وہ چارپائی پر موجود ہو تو بیدار ہوئے۔ اے محبوب تو چلا گیا اور واپس آکر ملاقات کرنے کی کوشش بھی نہیں کی بلکہ اپنا گھر بھی ہم سے دور بنالیا۔

گھڑ دیہہ سُنار یا میںوں چاندی دا گہنا

بُھلن ڈا ہڈھی بھُلی آں ڈھولا بیٹھی ہاں گھل پراہنا

گیوں تے ملنوں رہیوں ساتھے دینہہ کہڑا ای لہنا

رَل مِل کے سیّاں ڈھولے ساڈے نُوں دُعا سلام

دوا ہے ساڈا آون ہیں ہویا تُساں ساتھے

راضی رہنا

ملن پیتر بھگن دا ساون تینوں کی کراہنا

جگر چا سلیا ای لایا ای واہ نشانا

آپ تا گیوں لگھ پار او ڈھولا

سالوں دی جاویں ہا کوئی دس ٹکانا

اے سُنار مجھے چاندی کا گہنا تیار کر دے۔ مجھ سے ایک بڑی بھول ہوئی
ہے کہ اپنے محبوب کو بطور مہمان گھر سے باہر بھیج دیا۔ اے دوست تو چلا گیا اور
ملنے کی کوشش بھی نہ کی شاید تجھے ہم سے کوئی تکلیف پہنچی ہے۔ اے سہیلیو
تم سب مل کر میرے محبوب کو میرا سلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ میں ملاقات کے
لئے آ نہیں سکی تم مجھ سے ناراض نہ ہونا۔ ڈھول ماہی ملاقات تو موسم بہار کی
بہتر ہوتی ہے ساون میں ملاقات کا لطف نہیں آتا اور وہ ملاقات ہمارے
کس کام کی کہ تو نے میرے جگر کو چھلنی کر دیا ہے اے دوست تو نشانہ بازی
خوب جانتا ہے۔ ڈھول ماہی تو خود تو پار چلا گیا لیکن ہمیں یونہی چھوڑ گیا کاش
تو ہمیں کوئی ٹھکانا بتا جاتا۔

چا گھڑ وٹالے چلیں ہا دھنہ تے
آپوں آیا ہیں کہ ڈاہڈھیاں آندا ای بنھ کے
باپیاں دے گھر توں مہنگی بوٹی اساں لیا اے موہوں منتاں من کے
عشق تیرا لُوں لُوں دے مڈھ دھا گیا
ہک پھٹ پُرانا دوئی رُمی لائی ہئی سنہ تے
سجن تد کر مناؤں ہسوار ہو کے
ل پوندوں او میری ڈُھکدی پئی ایسے جنج تے
تو ہیں ٹُر گئے توں پچھے ناریں کانگ اڈیندیاں رہ گئیاں
انہاندے اوہ دھوئیں دھخدے رہندے
ہینے من تے

CamScanner

گھڑا سر پر اٹھا کر میں پانی کے جوہڑ پر جا رہی ہوں۔ اے ڈھولا
تو خود بخود آیا ہے یا کسی نے مجبور کر کے تجھے یہاں بھیجا ہے۔ محبوب مجھے
اپنے والدین کے گھر سے بھی زیادہ پیارا ہے ہم نے اسے دعائیں مانگ
مانگ کر اللہ سے لیا ہے۔ عشق ہماری رگ رگ میں سرائت کر گیا ہے۔ عشق
کے زخم اب ناسور کی شکل اختیار کر گئے ہیں اور اس پر محبوب اپنے
جور و جفا سے میرے زخموں کو چھیڑتا ہے۔ تجھے میں سچا دوست تب
تسلیم کرتی اگر گھوڑے پر سوار ہو کر میری بارات کے موقع پر آ پہنچتا۔ اے
میرے محبوب تیرے چلے جانے کے بعد دوشیزاؤں نے انتظار میں وقت
گزارا لیکن دل میں محبت کی آگ بدستور سلگتی رہی۔

کنیںؔ بُندے مُونہہ لالاں جوڑیا

میرا نک دا موتی اے تو ہیں احمق ڈھولے جھک تروڑیا

منوں ہڈوں نہ لاہنا ایں دیلیاں تو ہیں ڈھولے ماہی

دیاں موڑیا

کاتی نال کھاؤں چا بودی نال گیا ہیں ول وچھوڑیا

ڈھولا مال بگانہ مکراؔ اے کے وگ جاسن جدوں

من انہاندے نوں لوڑیا

انہاں ناریں نوں بھَو نہ کوئی اے

جنہاں نال ماہی دے ناطہ اے جوڑیا

کانوں میں بُندے ہیں اور منہ ہونٹوں کے خوبصورت لعلوں سے
زیادہ حسین ہوگیا ہے۔ اے کم عقل ڈھول میری ناک کا موتی تو نے کھینچ کر
توڑ دیا۔ اے محبوب تیرا خیال دل سے نہیں جاتا تیری محبت نے ہمیں
سب سے بیگانہ کر دیا ہے۔ اے جدائی تو نے مجھے بچپن سے ہی اپنے
قبضے میں کر لیا ہے اگر میرے بس میں ہوتا تو تجھے چھری سے ذبح کر دیتی۔
محبوب ہمارا مقبوضہ نہیں ہے وہ تو بیگانہ ہے اس کے لواحقین کو جب
ضرورت ہو گی اس وقت وہ ڈھولے کو لے جائیں گے اور تو اکیلی رہ جائے
گی۔ ان دوشیزاؤں کو کسی قسم کا خوف نہیں ہے جنہوں نے محبوبِ حقیقی
سے دِل لگایا ہے۔

گھُوک سوہنا رنگلا چرخہ تیریاں ہلن چارے تاراں
پنجویں لٹھ بچاری جھندے گل سبھے ہین کاراں
دو سو اٹھتالی جوڑاے تیرا جھڑا گنیا نال نرواراں
دو سو تیراں دھاگے جھڑے آپو اپنی تھاہراں
نوں دروانڑے ظاہر تیرے دو باطن گنیتری وِچ اوندے
ہین پورے یاراں

فقیر آکھے اتنے جوڑ سلامت تیرے مُڑ کیوں ناویں گھُوکیاں وِچ بھنڈاراں
فقیر آہندا اے جھڑیاں ماہی دے درتوں گافل ہو کے سُتیاں انہانوں
پوسن جھڑکاں تے ماراں
فقیر آہندا اے کدی میریاں وی ارزوں سُن
لبیں سچّا رب جباراں

اے میرے جسم کے چرخے تُو کام کر کیونکہ تیرے چاروں اعضاء صحیح سلامت ہیں پانچواں پنجرہ ہے جس نے ان چاروں کو جکڑا ہوا ہے تیرے دو سو اٹھائیس جوڑ ہیں جو صحیح گنے جا سکتے ہیں۔ تجھ میں دو سو تیرہ رگیں اور نسیں ہیں جو اپنی اپنی جگہ کام کرتی ہیں ظاہری علم کو محسوس کرنے کے لئے تجھ میں نو دروازے اور باطنی علم کے لئے دو دروازے ہیں دل اور دماغ اس طرح یہ گیارہ بن جاتے ہیں فقیر تجھے کہتا ہے کہ اتنے اعضاء کی موجودگی میں تُو کام کیوں نہیں کرتا۔ جو آنکھیں اپنے محبوب کے دروازے پر پہنچ کر دیدار کرنے کے بجائے غافل ہو کر سو گئیں انہوں نے ہی نقصان اٹھایا۔ اے خدا تو سچّا ہے میری آرزوئیں بھی سُن لے۔

گھُوک چرخیا تینوں پھُل لوائیں کہ کو کے
دلواں لکھ شرینیاں وسے رنگلا جھیڑا تینوں اکھڑے پئے لوں بھوکے
ہتھی تیری نوں گیڑے امر دے ہین
دیگر لٹھ وی تیری بھج کے ہو وناں اے ٹوٹے
جہناں کتیا نال یقین دے اوہ اُٹھیاں بھر پڑ وٹے
جھڑیاں گافل سُتیاں ڈھولا ماہی
ملے وہن کھاندیاں گیاں
گوتے

اے میرے چرخے بول تجھے کس طرح سنواروں۔ میں اس کاریگر کی سدا احسان مند رہوں گی جو تجھے درست کر دے۔ تیرے مقدر میں گھومنا ہی لکھا ہے اور آخری وقت میں تیرے حصے ٹوٹ جائیں گے۔ جنہوں نے خلوص کے ساتھ عمل کیا وہی فلاح پاگئے اور جنہوں نے اپنی زندگی لہو و لعب میں گذار دی وہ آخرت میں خوار ہوئے۔

گھوک سوہنا رنگلا چرخہ تیری ہتھی اے بیر دی
گُڑیئے غافل سُتی ایں آتن چرخہ رہو پھیر دی
تیرا عقل ابلیس بھلایا بھلی وتی ایں ایتھے گیڑ دی
ایتھوں پونا ای ٹُر ہکلّی لاہماں توں
خلقت آونی ٹُر چوفیر دی
رات پہلی توں بُری وکھالی آونی اے شیر دی
فقیر آہندا اے اوتھے رتیاں ماسے
گھت تولیوناں اے ذرا چھوٹ نہ ہوونی اے
پاتے سیر دی
اُہناں سنگاں نوں خطرے کھڑے ہین جنہاں دے کول چھٹی ہووے
ہر دلیر دی

اے خوبصورت چرخے تیری ہتھی بیری کے درخت کی بنی ہوئی ہے۔ اے
[...]ی تو غافل کیوں ہے، اس چرخے کو گھماتی رہ۔ تجھے شیطان نے گمراہ کر کے
[...]ے چکروں میں ڈال دیا ہے تجھے اس دُنیا سے تنہا ہی جانا پڑے گا چار دن
[...]ان سے لوگ تیری حالت کو دیکھنے آئیں گے، پہلی رات تجھے بہت ڈراؤنے
خواب آئیں گے اور تُو بہت ڈرے گی۔ میدانِ حشر میں رتیوں اور ماشوں کے حساب
ہونگے، وہاں سیروں کی چھوٹ کیسے ہو سکتی ہے؟ ان لوگوں کو حساب کا
کیا خوف ہے جنہوں نے رسُول کریمؐ کا شفاعت نامہ حاصل کر لیا ہو۔

جنہاں صدق دے نال سنوار یا رب نہ دیسیں تھوڑ انہاں نوں توں سوہنا کرہنداہیں ہا

جنہاں خاوند نال اجوڑاں کیتیاں

ساری عُمراں رُسن اوہ نبھرایاں، نہ رُسن بخت سوّلڑے نہ توُں بے

فرمان نام دھرائیں ہا

اوہ رَحمتَ اللعالمینؐ اے، لا کے ہار سنگا کنجری بن کے بوہے نوشے دے تے جاہ

ناچ وکھائیں ہا

تریہہ دھاگے تیراں تندوں، وِچ تاراں چانگ سُہائیں ہا

تقدیر توں ڈر دا رہو بلوچا میاں جھنڈیا

جس جوبن دامان کرینائیں اوہ نہ رہسیں آپدے ماہی توں ذری نہ مُکھ

بھوائیں ہا

جس طرح سوہنا راضی ہووی اوسے چا طور منائیں ہا

مومن بھر کے کلمہ دین دا کلمہ سوغات موماناں دی اے، ایس کلمے دے بھریاں

چار ہزار گناہ کبیرے رد ہو جاندے

توڑے ایہہ کلمہ دِل حُب دے نال پکائیں ہا

جن لوگوں نے نیک نیّت سے کام کئے انہوں نے ہی فلاح پائی۔ اے انسان تو بھی نیکی کی کوشش کر۔ جنہوں نے اپنے سر پرستوں سے لڑائی مول لی۔ وہ بدبخت اور نامراد رہ گئے، تم ایسا ہرگز نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ رحمت ہی رحمت ہے۔ تجھے اس کو جیسے بھی منانا پڑے، منا لینا۔ تیس روزے، تیرہ نمازیں پڑھنا اور ستارہ رکعتوں والی نماز کو خاص طور پر ادا کرنا۔ اے میاں جھنڈا بلوچ۔ خدا سے ڈرتا رہ۔ یہ جوانی جس کا تجھے غرور ہے ہمیشہ تمہارا ساتھ نہیں دے گی، اس لئے خدا سے لو لگائے رکھنا۔ جس طرح بھی وہ راضی ہو اس کو راضی رکھنا۔ اے مومن کلمہ پڑھ یہ تیرے لئے خالق کا تحفہ ہے اس سے گناہ کبیرہ بخشے جاتے ہیں اس کلمہ کو دل میں بسا لو۔

CS CamScanner

رنگ پُور نوں رنگ ہمیشاں جہتوں مینئیں رانجھے دے ڈکھ کیٹج گئے
جوگی دتے ساہ وجھل نوں سہتی دے کنّیں اَوازے سینج گئے
سمجھل کے نگھیں وے فقیرا، تیرے ور گے اکے لکھاں کیٹج گئے
مائی ہیر جا گھتیا خیرات، فقیر توں دانے ویٹج گئے
مائی ہیر آکھے فقیر کیتا مٹھڑا اُتوں دوہویں نین کوڑ تیج گئے
میاں رانجھا آکھے تہانوں دوس نہ کوئی
اسانوں رولے تھل جنگل دے تسیں خوشیاں دے نال پریج گئے
یس بھُل کے چڑھی آں ڈولی کھیڑیاں دی
تیرے سوہنے رنگ ویٹج گئے
میاں رانجھا آہندا اے گیوس ٹلّے گورکھ ناتھ دے
اوتھوں دوہویں کن چریج گئے
رانجھا آکھے تیرے پچھے فقیر ہویاں مٹّر چیرے
ایہہ ویکھ میریاں تلیاں دے لوویٹج گئے

رنگ پور ہمیشہ آباد رہے یہیں سے میاں رانجھے کی مصیبتیں ختم ہوئی تھیں
رانجھے نے رنگ پور پہنچ کر ونجھلی سجانی شروع کی۔ ونجھلی کی میٹھی اور سُریلی آواز
ہیر کی نند سہتی کے کانوں تک پہنچ گئی۔ سہتی نے کہا اے فقیر ذرا ہوشیار
ہو کر گزرنا اس مقام پر تیرے جیسے کئی مار کھا چکے ہیں۔
ہیر مائی نے فقیر کو خیرات دی۔ فقیر (رانجھے) نے اپنا کشتہ پیچھے کھینچا
خیرات کے دانے تمام زمین پر گر پڑے۔ مائی ہیر کی آنکھیں غصے سے لال ہو
گئیں۔ اُس نے کہا "تو نے مجھ سے مذاق کیا ہے۔" رانجھے فقیر نے کہا "تیرا قصور
نہیں میں تیرے عشق میں تھلوں اور جنگلوں کی خاک چھانتا رہا لیکن تو نے
خوشی سے اپنی شادی رچالی۔" ہیر نے دیکھا اور رانجھے کو پہچان کر کہا "میں
بھول کر کھیڑوں کی ڈولی میں سوار ہو گئی تھی لیکن تیرے رنگ و روپ میں
بھی خاصا فرق آگیا ہے جس وجہ سے میں پہچان نہ سکی۔" رانجھے نے جواب
دیا "میں ٹلہ جوگیاں گیا وہاں گورکھ ناتھ نے میرے کان چھید دیئے۔ میں تیرے
عشق میں جوگی بنا، جنگلات کی خاک چھانتا رہا اور یہ دیکھ میرے پاؤں کے
تلوؤں کی کھال اُدھڑ چکی ہے۔

بابل دِتّا انعام سسّی نوں پتن راج تے گھاٹ دا
کُنجیاں باغ گلزار دیاں
کِشمش، مُنقہ، گری، بادام، چھوہارے
جنہاں کوٹ قندھار دیاں

سیو، سیبے، سنگترے مالٹے
جامناں کالی دھار دیاں
گلگل، عِنب، چکودرے، لوڑاں نِت بیوپاریاں
بنوّ گول رسدار دیاں
امرُود، ناکھ، لوگاٹاں، کیلیاں، سیس نوائے کھلے کرن اشارے
تن زخماں خار دیاں
گوندی، توُت، لسوڑا شیریں دار
ترنجاں بھریاں مست خمار دیاں
گنیاں گانج نہ اوندیاں اُتھے بوٹیاں آہن لکھ ہزار دیاں

سسّی کے باپ نے اپنی پیاری بیٹی کو راج گھاٹ کا بیتن اد ۔ باغ گلزار کی چابیاں عنائت کر دی تھیں ۔ اس باغ میں داکھ، منقہ، ناریل، بادام چھوہارے اور قندھار کے قلعے کے میووں کی کئی جنسیں تھیں ۔ باغ میں سیب، سنگترے مالٹے اور بہترین قسم کی کالی جامنیں بھی تھیں ۔ گلگل، انگور، چکوترے اتنے زیادہ تھے کہ ان سے ہمیشہ تجارت کی ضرریات پوری کی جاتی تھیں۔ اس باغ میں گول رس سے بھرے ہوئے لیموں، امرود، ناشپاتی کے علاوہ کیلے ادب سے سر جھکائے اپنے جسم پر کانٹوں کے زخم برداشت کر رہے تھے ۔ گونڈی، لسوڑا، اور شیریں شہتوت موجود تھے ۔ ترنجاں اتنی رس سے بھری ہوئی تھیں کہ ان کے کھانے سے خماری آتی تھی ۔ سسّی کے باغ میں ان گنت پودے تھے جن کی گنتی کرنا ناممکن تھا ۔

گھُوک سوہنا رنگلا چرخہ تیرا کاٹھ اماندا
تیرا وڈیا بیڑا اے ترکلے نال چا کیتا اے واہندا
تینوں وجیا سَد حضُور دا ایں آتن چالیاندا
جنہاں کتیا نال دھیان دے مُل پوّنا پھیرا اُنہاندا
اوکھیاں لاہیاں تے چاڑھیاں پتن پُل صراط دیاں
ہیٹھ دریا ظُلم دا پیا اے واہندا

CamScanner

اے خوبصورت جسم تُو نیک کام بھی کر کیونکہ تیری تراش خراش بہت
مضبوط ہے۔ تجھے چلانے والے دھاگے بہت اچھی طرح بٹے ہوئے ہیں۔
آخر کار تجھے بھی اس مالک نے بُلا ہی لینا ہے۔ جنہوں نے خلوص اور نیک نیتی
سے اعمال کیے انہی کی قدر ہو گی۔ پُل صراط کا اتار چڑھاؤ بہت مشکل سفر
ہے اور نیچے آگ کے دریا چل رہے ہیں۔

اللہ نوں یاد ہمیشاں کراں میںنوں آسرے نیں پاک جناب دے

سوہنا آکھے وطنوں بے وطن ہویا زینی کیتے نے سُخن جباب دے

فقیر سیلانی سیل کرنے نے کُل پنجاب دے

اللہ مہربان ہووے زینی بلاوے نال وِراگ دے

دھمیں چھڑ جاندا شایں ڈیرے وڑدا ہر دم رہندا وچ سوہنی دی یاد دے

پاسے اوہ نہ جاندے جہڑے انگ لکھے ہوئے نیں متھے دے بھاگ دے

جتھے عاشق نال مشوق رُس پوندا اوتھے دارُو نہ چلدے لاگ دے

وگن بنیاں تے عاشق مست ہو کھلوندے رنگ

پئے نکلن سوہنے عشق دے راگ دے

عاشق نال مشوق مینج پوندا جویں تیاں نوں گھُٹ آب دے

جویں جودھ کٹ کے سوہنی تے مہینوال اپڑیا گوشت

کھوائے ہا سوں بھُن کباب دے

امید فضل دی، نصیب کلمہ، اک دیہاڑے مدان حشر دا ہوونا حضرت علیؓ

ہوراں وی پھُوکے دیونے آکے ناد دے

خدا کو ہمیشہ یاد کرتا ہوں، مجھے صرف اللہ تعالیٰ کی پاک ذات کا سہارا ہے۔ سوہنا دل میں سوچے کہ میں وطن سے بے وطن ہوگیا ہوں۔ زینی نے مجھے کورا جواب دے دیا ہے۔ میں فقیر ہوں تمام پنجاب میں یونہی گھومتا پھروں گا شاید اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہو جائے اور زینی محبت و شوق سے یاد کرلے۔ صبح کے وقت گدھے لے کر چل دیتا اور شام کو ڈیرے واپس آجاتا وہ ہمیشہ محبوب کے عشق میں مست اور مگن رہتا۔ لیکن مقدر میں جو کچھ لکھا جاچکا ہے وہ ٹل نہیں سکتا اور جہاں محبوب اپنے عاشق سے خفا ہو جائے وہاں اور کوئی دوائی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ سوہنا بین کی آوازیں سُنتا تو اسے مستی سی آجاتی اور اسے اس راگ میں بھی اپنے عشق کی داستان سُنائی دیتی۔ جب معشوق اپنے عاشق سے من جاتا تو عاشق کو پیاسے میں پانی میسر آتا ہے۔ معشوق کو منانے کے لئے مہینوال نے اپنی ران کا گوشت بھون کر کھلایا تھا پھر جاکر کہیں اسے محبوب کے حضور میں حضوری حاصل ہوئی تھی۔ اللہ کے فضل سے امید ہے کہ کلمہ طیبہ وقت نزع نصیب ہوگا۔ قیامت کے دن حساب کتاب ہوگا اور حضرت علیؓ اپنے تابعین کو بذریعہ نادِ پکاریں گے۔

اللہ نوں یاد ہمیشاں کراں، بولیں لفظا تدبیراں دے

نوکر جوگیاں دا لگا اے گل وچ کپڑے پہنے سوں لیراں دے

ٹُر نہ جانے پیریں لہو پئے چُلّے سیراں دے

آکھے مائی تے باپ وِران ہو گئے ہو سن حال ظہیراں دے

عشق باتشاہاں نوں تخنوں سٹ گھتیندا کیہے زور امیراں دے

کھوتے چرا کے وگیا آوندا باتشاہاں دے اگے کی عُذر وزیراں دے

عشق زینی دا بدن اتے زخماں اوہ نہ کھُلدے جہڑے پھٹ وچھوڑے دے تیراں دے

راج بھاگ باتشاہیاں چھڈیاں رل گیا ساتھ فقیراں دے

ہو سیران کھلا اِساں یاد آپئے سکیاں ویراں دے

عشق پھدھ نو ایا کُنڈے بھیڑ جنجیراں دے

ماواں دیاں آندراں ہوندیاں ہین، بچے یاد پیا ہنے اوہ روندیاں نال

دُکھاں دیاں پیڑاں دے

عاشق سِر داواں تے رکھدے، معشوق بے پرواہ ہندے، سڑدے نال دلگیراں دے

پاسے اوہ نہ جاندے جہڑے لکھے انگ تقدیراں دے

اُمید فضل دی، نصیب کلمہ، عشق دی حد تے اپڑے امام حُسین رضؓ علی رضؓ دے

جہڑے سائیں، ہین سب جاگیراں دے

اللہ تعالیٰ کی یاد ہمیشہ کرنی چاہیئے اور ہمیشہ سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیئے
سوہنی کے عشق میں جوگیوں کے گدھے چرانے لگا۔ پھٹے پرانے کپڑے پہن
کر پیدل چل نہیں سکتا تھا۔ پاؤں سے خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں سوہنے
کو اپنے ماں باپ کی حالت زار یاد آئی، جانے والدین کس حال میں ہوں گے
سوہنا دل میں کہتا تھا عشق بادشاہوں کو تخت و تاج سے محروم کر دیتا ہے
اس کے سامنے امیر امرا کی کوئی حیثیت نہیں۔ سوہنا شام کو گدھے چرا کر
واپس آتا جس طرح ایک وزیر اپنے بادشاہ کی اطاعت کرتا ہے اور اسے
بادشاہ کے حکم سے کوئی عذر انکار نہیں ہوتا۔

زینی کا عشق ایک طرف تنگ کرتا تو دوسری طرف پاؤں اور ہاتھ محنت و
مشقت سے زخمی تھے۔ جدائی کے زخموں کے زخم مندمل ہوتے نظر نہیں آتے
تھے۔ اسے یہ بھی احساس تھا کہ اس نے اپنی حکومت چھوڑ کر فقیروں کے ساتھ
بود و باش اختیار کر لی ہے۔ اسے اپنے بھائیوں کے احسان یاد آئے لیکن
اب اسے عشق نے یوں جکڑ لیا تھا جیسے زنجیر کی کڑیاں ہتھوڑے کی ضرب
سے جکڑ دی جاتی ہیں۔ اسے بہن بھائی یاد آئے جس طرح ماں کو اپنے گمشدہ
بچوں کی یاد ستاتی ہے۔

عاشق عشق بازی میں اپنا سر داؤ پر لگا دیتے ہیں لیکن معشوق بے پرواہ ہوتے
ہیں انہیں اپنے عاشقوں کے ساتھ غم ہجر میں جلنا نہیں آتا۔ مقدر کا لکھا ہو کر
رہتا ہے اور تقدیر کا وار کبھی خالی نہیں جاتا۔

اللہ کے فضل سے امید ہے کہ کلمہ طیبہ نصیب ہو گا۔ عشق کی حد تک پہنچنا
امام حسینؓ ایسے عالی مقام کا کام ہے جو سب دنیا کی جاگیروں کے مالک ہونے کے
باوجود کربلا کے میدان میں بے کسی کی حالت میں آ گئے تھے۔

قد سسی دا کیہی مثال دیواں بوٹا سرو دے دا وچ گلزاراں دے

دند چنبے دیاں کلیاں یا لال ہیرے جویں دانے سبز اناراں دے

متھا چن مہتاب بیتاب عاشق پڑھدے باب کئی عشق اسفاراں دے

سینہ مخملی قسم سفید سوہنا اُتے پھل پئے بُٹھن گلکاراں دے

کمر مثل ستون دے صاف سدھی گھتے جان کے ول لچکاراں دے

پیچ دار زُلفاں وَل وَل کھاون جویں سپ کُرنڈیئے باراں دے

ناف قسم کستوریوں کا ہن خوشبو شیشی عطر دی وچ پساراں دے

شکم پٹ دی شال کمال سوہنی وال ریشمی قسم نواراں دے

بانہاں گول ہک تول عجیب ہائن انگلیاں پتلیاں برگ چناراں دے

پلیاں پیر ملوک مشوق سندے ڈورے نیناں دیلو وچ مزاغل دھاراں دے

ٹھوڈی سیب کشمیر ظہیر کردی سیو کابلی وچ انباراں دے

جداں گل کردی ول چھل کر کے ہلے مشک ہتیں سُخن بہاراں دے

آہی عجب تصویر کائی ہیر نالوں دُکھ ڈٹھیاں دُور بماراں دے

بدھی ہاٹھ اقبال دے نال بُندیاں ڈھانے کابل تے کٹک قندھاراں دے

عاشق دیکھ حیران نجان ہوندے نکھرے ویکھ کے ہار سنگاراں دے

آن تلی دکان جواہریاں دے پورے ماسیوں وچ معیاراں دے

چند بدر نالوں حسن دہ چند سوہنا جویں بجلی لسکے وچ ملہاراں دے

والا، قد، کرم نہ تاج سوہاوے بھر کے کلمہ بہادر آہندا اے

اہنوں دبے ڈھے جنت تجری دیاں نہراں

اللہ نوں یاد ہمیشاں کراں راضی پیا ہوناآں تیریاں قدرت دیاں ویکھ پسایاں نوں
کُن توں مہرے عشق پرورده ہویا شیخ صنعان
سٹیائے کرانکاریاں نوں
راتیں سُتاخواب سوہنے نوں آیا کوچ ڈیرا جوگیاں دا
کولوں گئے کرا اُچالیاں نوں
اکھے اوہ جانی لد گئے ، میںنوں چھڈ گئے کدوں ملسن یار دکھیاریاں نوں
سوہنے تے غالب ہویا عشق ماریا پھوک اوماڑیاں نوں
ہائے ہائے کر یندا اوہ بازہتھوں چھُٹ گئے مارے آہ دے ناریاں نوں
جنگلیں وتے کھوج بھلیندا اٹک لیندا لمیاں کھاہڑیاں نوں
دیہنہ ستویں اپڑیا گھُلے پورڑے ڈٹھا سُوں جا مناریاں نوں
اگوں جوگی نظریں آیا آکھے کِتھے کردے اونت گذاریاں نوں
اگے جوگی مگر سوہنا چالیندا عشق دے بھاریاں نوں
ڈھوڈھ کے ڈیرا الدھا لیندا جا نظاریاں نوں
چندن شمر ناتھ دی ہزینی پریم ناتھ دی اللہ متھے دے
بنایا نیک ستاریاں نوں
پانی نوں ٹریاں کران نازانو کھڑے ہر کوئی راضی ہوندا صُورت دے ویکھ چمکاریاں نوں

CS CamScanner

اُتے کھوہ دے آنیاں اگے سوہنا بیٹھا آکھے اج رب ملایا یار پیاریاں نوں

دو ویں ٹرپیاں زینی ماریا اے پھوک انگاریاں نوں

اوہ ڈیرے نوں وڑیاں سوہنا کھلا دیندا اے پہریاں نوں

پریم ناتھ آکھے وگ جاہ فقیرا جوگی مار گھتیین خبراں لگیاں

ساریاں نوں

سال دو آ چڑھیا کوچ ڈیرا جوگیاں دا ٹھلے کون ونجاریاں نوں

اپڑے وچ بھلاں دے بیٹھا مار پتھلیاں

جویں مہینوال مگر سوہنی دے دریا دے باہندا ئل کناریاں نوں

سوہنا آکھے پردیسی ہو یو سوں کیوں چکنا ئیں ہر کوئی سجناں دے آوندا اے تک دواریاں نوں

سوہنا آکھے وطنوں بے وطن ہویا باہن کوئی نہ دیندا رب دیاں ماریاں نوں

ناتھ چُپ کر گیا آہ دے سُن بُلاریاں نوں

دلوں ہو کے سمجھیا میرے ماہی دی جھوک لدیوناں

حاضر پڑھ کے کلمہ دیگر وگنی سٹ ڈگاریاں نوں

اللہ نوں یاد ہمیشاں کراں سودے بے پرواہ دے

عشق بادشاہاں نوں تختوں سٹ گھتیندا

در در تے ڈِٹھے ٹکڑے کھاندے منگ گدا دے

پریم ناتھ نوں آکھے گھنیاں دیہاں دا پردیسی ہاں پتے نہیں ایس راہ دے

پاسے ہڈوں نہ جاندے جھڑے لکھے انگ درگاہ دے

عشق سوہنے تے غالب ہویا اوہیں حکم ہوسن درگاہ دے

ناتھ لے کے وگیا جاندا سوہنا آکھے جے شکر توڑے میٹھے دی

ترس گئے تے ہو خُدا دے

پکھیاں وچ جا بہایا زینی دی ماں اُٹھی بلیندی نال سُبھا دے

اگے روٹی رکھی بسم اللہ کر کے کھاندا سوہنا جویں

شیخ صنعان کھوکھاں آیا چھیڑ چرا کے

پچھّے دس کھاں کتھے جمّاں تیرا اوسدے او کھڑی جا دے

سوہنا پیا آہندا تہانوں چھڈ نہ جاساں پکّے دیناں ہاں قول وساہ دے

رُلن ہڈوں نہ دلیاں چھیڑو ہائیں مڈھوں لا دے

دھمی چھیڑ کے کھوتے وگیا جاندا مونہہ کیتا ہس طرف دلاہ دے

جہناں نوں نانگ محبوب ملن دی بھاویں بنے ہوون وزیر امرا دے

ہیم ناتھ جوگی اکٹھے کیتے یہن وچ نیک صلاح دے

سوہنا آکھے جو کھیاں دیہاں دا کلیا ہاں کندا وناہاں دینیہ سزا دے

گن کے کھوتے اگے لائے نیں پواویں چراویں دل دی نال نگاہ دے

سوہنا آکھے ہیو دا دے ایہو کم کیتا ایں

سُوہیں ہائیں جنگلاں دے گھاہ دے

عاشق نہ مُڑدے جہڑے یار دا عشق پکا گئے

ساریاں مرضاں جاندیاں گھُل اوہ نہ گھُلدے

جہڑے پھٹ وچھوڑے دے گھادے

جویں دھمی ویلے فقیر پھُوکے دیندا نادنوں وچ نعرے کریندا آہ دے

اُمید فضل دی نصیب کلمہ عشق دی حد اُتے

امام حسینؓ اپڑے جہناں ڈیرے لائے وچ

کربلا دے

اللہ نوں یاد ہمیشاں جاہنیں قدرت دا اے رنگ وکھایا

خاطر حضرت یوسف دی عزیز بادشاہ ہک نواں مکان پوایا

ست دروازے اوس مکان دے لالاں موتیاں دے نال جڑایا

گھلن سرد ہوائیں وچ عطر گلاب ترو کایا

مائی زلیخا وڈے تیّار ہوئی سوہنا ہار سنگار لگایا

چالیاں دیہاں دا لڑکا ہک کنیز دا مائی زلیخا دروازے دی لوچ رکھایا

گھل کے گولی حضرت یُوسف نوں گھر سدایا

لے کے وڑی وچ مکان دے سیج تے قدم ٹکایا

مائی زلیخا آکھے یوسف! تیرے میںوں عشق اے مار مکایا

حضرت یُوسف آکھے توں سچّا عشق بھال اللہ والا

جاہنیں تیرا میرا نقش بنایا

مائی زلیخا آکھے یُوسف! تیرے دند چنبے دیاں کلیاں انگلیں رو انہہ دیاں پھلیاں

تے میںوں جلوہ اے نور وکھایا

حضرت یوسف آکھے تیرا میرا گھاڑ واللہ جاہنیں دینہہ ہین تاریاں نوں فلکاں

دے نال ٹکایا

مائی زلیخاں بے دین ہوئی گناہ توں یوسف نوں رب بچایا

جھناں طرف دروازیاں دے، کنڈے جندرے پے ڈھیہہ زمین اُتے
جویں حضرت موسے کافراں نوں جلوہ واہ وکھایا
ستویں مکان وچوں حضرت یوسف باہر نکلیا اے
مائی زلیخاں مگروں جامے نوں ہتھ وگایا
رو کے حاضر ہو گئی وچ کچہری دے آکھے پڑدے دار عورتاں اندر مکان دے
ایہہ بردہ کہندے حکم دے نال آیا
چالیاں دیہاں دا لڑکا آکھے جے مائی زلیخاں سچّی اے
حضرت یوسف دا جامہ موڈھیاں کولوں کاہیں پاڑ ونجایا
مائی زلیخاں اُلٹی ہوئی حضرت یوسف نوں باراں سال قید کرایا
وچ جیل دے سُکے مُڈھ ہرے ہو گئے اللہ اوہناں نوں میویاں نال جھکایا
کھاون قیدی تے ہوون راضی اللہ نبی دا شان ودھایا
اُمیندوار جنّت نوں جاسن، کہہ کے کلمہ دین دا اوہ مومن بخشے جاسن
جہناں نوں حوض کوثر دے اُتوں حوراں پانی بھر لوایا

کنیں بُندے سر تے بودی اے لاڈی
اج دی پچھیں جاندوں رہ اسا تھے ایہا منت لیندوں من اساڈی
جاہ جے جانا ایں تے بیڑی ہئی کالیاں باگیں
پر جھاگ ہڈوں نہ جھاگیں
دیسوں کر پردیس دتو نیں بدی لا اُتساڈی
پکی گڈھ پرم دی اے ڈھولا میاں قریں یاد پئے آون
سجن بودی دے پچھے یار گوا ہڈی

کانوں میں خوبصورت آویزے اور سر پہ پیارے بال ہیں۔ ہماری مہمانداری قبول کر لیتے اور آج کی رات رہ جاتے لیکن اگر آپ رہ نہیں سکتے تو جانے کی آپ کو اجازت ہے۔ کشتی سامنے کالے درختوں کے جھنڈ میں ہے اسی پر سوار ہونا پیدل دریا کو عبور کرنے کی کوشش بالکل نہ کرنا۔

اے دوست دُنیا نے ہمیں تمہارے نام سے بدنام کر کے وطن سے بے وطن کر دیا لیکن اس کے باوجود ہماری چیت بڑی مضبوط ہے اے دوست مر جانے کے بعد قبر میں بچپن کے ساتھی گہرے دوست اور ہمسائے یاد آتے رہیں گے۔

ندی کے پار سبز درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ ہیں۔ میرا جسم صندل کی طرح خوشبو دار تھا لیکن اب غم و آلام کی وجہ سے سوکھ گیا ہے۔ ابتدا میں تو محبوب ایک پل کے لئے بھی جُدا نہیں ہوتا تھا لیکن اب اس نے پردیس جا کر ڈیرہ لگا لیا ہے۔ ساون میں قافلے تو واپس آ گئے ہیں لیکن میرے محبوب کے اونٹوں نے جانے کیوں اتنی دیر لگائی ہے۔ اے دوست ہم سے تو کوئی خطا نہیں ہوئی تھی تو نے جانے کیوں بُرا منایا ہے۔ اے محبوب تو مجھے بلا قصور اجل کے مگرمچھ کی طرح کیوں موت کی وادی میں پہنچانا چاہتا ہے۔ اے دوست تو نے خود کنارے پر کھڑا ہو کر مجھے بے پناہ گہرے سمندر میں پھینک دیا ہے اب میرے پاؤں کہیں جمتے ہی نہیں۔ پیار ٹوٹنے اور جوانی کے ڈھل جانے کی مثال ایسی ہے جیسے کسی زخم پر دوا نے اثر نہ کیا ہو اور زخم خراب ہو کر اس میں پیپ پڑ گئی ہو۔

CamScanner

نیئوں پار گئی ٹھٹ بدھے ساویاں رُکھاں
چنن دی ڈیہی وِچ جال بنائی اے دُکھاں
اگے تاں پل وی ناہینیں وسدے ہن جا ملیاں نیں مُکھاں

ساون ماہ بھاڑی گھر خیریں ہٹ آئے
کہڑی ڈھل لائی یار اساڈے دیاں اُنٹھاں
ساتھوں کائی نہ پئی ویہلے دُکھ بنائے تُساں
وِن قصور دل ڈھولا ماہی کوہنا ایں وانگ ازل دیاں مچھّاں
ہاہو دیو وِچ دے کے دھکا آپ مَن تے ہو گیا ایں ہن میں سُنجی
دیاں کدائیں نہ اڑ دیاں لتّاں
ترُٹ گئے نینہہ تے ہٹ گئے جوبن دی ایہو گجھ مثال اے
دارُو نہ بھڑے کسری گیاں پھٹاں

ندی کے پار سبز درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ ہیں۔ میرا جسم صندل کی طرح خوشبو دار تھا لیکن اب غم و آلام کی وجہ سے سوکھ گیا ہے۔ ابتدا میں تو محبوب ایک پل کے لئے بھی جدا نہیں ہوتا تھا لیکن اب اس نے پردیس جا کر ڈیرہ لگا لیا ہے۔ ساون میں قافلے تو واپس آ گئے ہیں لیکن میرے محبوب کے اونٹوں نے جانے کیوں اتنی دیر لگائی ہے۔ اے دوست ہم سے تو کوئی خطا نہیں ہوئی تھی تو نے جانے کیوں برا منایا ہے۔ اے محبوب تو مجھے بلا قصور اجل کے نگرمچھ کی طرح کیوں موت کی وادی میں پہنچانا چاہتا ہے۔ اے دوست تو نے خود کنارے پر کھڑا ہو کر مجھے بے پناہ گہرے سمندر میں پھینک دیا ہے اب میرے پاؤں کہیں جمتے ہی نہیں۔ پیار ٹوٹنے اور جوانی کے ڈھل جانے کی مثال ایسی ہے جیسے کسی زخم پر دوا نے اثر نہ کیا ہو اور زخم خراب ہو کر اس میں پیپ پڑ گئی ہو۔

رات ہنیری کوئی سماں لایا اے تاریاں
میری نکل کیوں نہ گئی اے جھویلے کونوں
دتّی اے کنڈ پیاریاں
گُذر گئی ہوئی ہتھ نہ آوُندی اے پھیر حیاریاں
گئے وگ سداگر میںنوں کدن ملدے ہین
باہجھ پُنیاں کاریاں

اندھیری رات میں ستاروں نے کتنا حسین سماں باندھ دیا ہے کاش
اس وقت میرا دَم نکل جاتا جب میرا محبوب مجھے چھوڑ کر جا رہا تھا۔ گذرا ہوا وقت
یاد کرنے سے واپس کبھی نہیں آتا۔ پیار کے جو بیوپاری یہاں سے چلے
گئے روزِ وقتِ مقرّرہ سے پہلے کس طرح مل سکتے ہیں۔

کنیں بندے سر چھتیاں دے بھیتے

سڑ جاون اوہ جھاڑیاں جہناں ترڑے سجناں

نوں اوڈھر چا کیتے

جے ہین جاندی عشق دیاں ایڈیاں قیمتاں ہین

وڑ دی بھج بزاراں بنھاں گدھڑیاں

دکھدی جوڑ سلیتے

ترُٹ گئی دی ایہہ مثال جویں دیگر کرہیاں توُں بھارا وہرے

مگر بھاڑی آ ونڈے ہین لیتے

جیندا وناں ہیں تاں پرت مُہار نوں ڈھولا

کدی گھراں نوں وی آون کیچے

کانوں میں بندے ہیں اور سر پر باریک اور تھوڑے سے بال ہیں خدا کرے
وہ درخت جل جائیں جو محبوب کی جدائی کے وقت نگاہوں سے محبوب کے
اوجھل ہونے کا باعث بنے۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ عشق اتنا قیمتی ہوتا ہے
تو بھاگ کر بازار سے عشق کی گٹھڑیاں باندھ لاتی اور انہیں جمع کر کے رکھتی۔
محبت کا تعلق ختم ہو جانا بالکل ایسا ہی ہے جیسا عصر کے وقت اونٹوں کو ان کا
بوجھ سنگین محسوس ہوتا ہے اور ان کے ساربان بھی تمام دن کی مسافت کے
بعد تھکے ماندے معلوم ہوتے ہیں اگر تو اب تک زندہ ہے تو اپنی سواری کی
لگام اس طرف موڑ کبھی وطن اور گھر کی طرف بھی لوٹنا ضروری ہوتا ہے۔

سجناں میریاں دا سنگ تیار اے مگروں دھاگہ بنھنی آں بھج کے
اگاں جاؤ تاں نیک تساڈی نیئں تا اوروں آکھی جو ّیا ہے سَد کے
اُہناں ستھر چا ملے ہین جنہاں نوں پچھے گیا ہیں چھڈ کے
جان توں لاہے نیں بیرے رکھے نیں بلدی اگ تے
دیہاڑے وگ جاسن گلاں ظاہر رہن جگ تے
توہیں ٹُر گئے توں پچھے میں مکّہ گھر بنایا اے لوکی آنکلی اے حج تے
جیندا وتنا ایں تاں ہِک واریں پرت
مُہار نوں ہن کوئی کوئی ساہ ہے
ٹوہکدی ہئی کسے رگ تے

CamScanner

کچھ لوگ میرے محبُوب کے دیس کی طرف روانہ ہو رہے ہیں میں اپنے پیا کو پیغام پہنچانے کے سلسلے میں دھاگہ باندھ رہی ہوں۔ اگر تم خود میرے محبُوب سے ملاقات کرلو تو میں تمہاری احسانمند ہوں گی ورنہ کسی کے ذریعے یہ پیغام اس تک پہنچا دینا۔

کہ "وہ جسے تم فرقت کا غم دے گئے ہو وہ بسترِ مرگ پر پڑی ہے۔ تمہاری جدائی کے دُکھ نے اسے کانٹا بنا دیا ہے۔" اور میں ہجر کی آگ میں جل رہی ہوں میں تو جدائی کے دن کاٹ لوں گی مگر لوگ کیا کہیں گے۔ تیرے خیال سے آباد میرا دل لوگوں کے لئے حَرم بن گیا ہے۔

نزع کا وقت ہے، نبض ڈوب رہی ہے، اب تو آجاؤ ——

FS-784-oiii
C IFH 1978

CHANJEY CHATTEY

Chief Editor : Uxi Mufti

Editor : Mazhar-ul-Islam

Research
Translation : A. D. Ijaz

Title Design : Farooq Qaiser

Calligraphy : M. Aslam Cheema

First published 1978 by Institute of Folk Heritage, Islamabad

All rights reserved

No part of this book may be reproduced in any form, by mimeograph or any other means, without permission in writing. For information address Publication Section, Institute of Folk Heritage, P.O. Box No. 1184, Islamabad Pakistan

Printed at
NUQOOSH PRESS LAHORE

CamScanner